ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
36
www.tanzeem.org
7 تا 13 محرم الحرام 1440ھ/ 18 تا 24 ستمبر 2018ء

نفس کے خلاف جہاد

ہمارا دل ہمارے جسم کے اندر ہے اور اس جسم کے کچھ حیوانی تقاضے (Animal Instincts) ہیں۔ نفس امارہ بھی ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔ خواہشات بھی ہیں، شہوات بھی ہیں۔ اب جونہی ایمان دل میں داخل ہوا تو کشاکش شروع ہوگئی۔ ایمان کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو۔ دوسری طرف نفس کہہ رہا ہے کہ نہیں بلکہ میری مانو، میری خواہشات و شہوات پوری کرو۔ چنانچہ اب یہ کشاکش اور رسہ کشی شروع ہوگئی ؎

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے!

یہی سب سے اہم، مرکزی اور بنیادی جہاد ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اندر ایمان تو داخل ہو لیکن اس طرح کی جنگ اور کشاکش شروع نہ ہو۔ یا پھر وہ ایمان، حقیقی ایمان نہیں بلکہ مجرد دعوائے ایمان ہے، بالفاظ دیگر ایمان کا خلا ہے۔ کیونکہ جونہی دل میں حقیقی ایمان آئے گا نفس امارہ، خواہشات اور شہوات کے خلاف جنگ شروع ہو جائے گی، ان کے ساتھ تصادم ہوگا۔ نتیجتاً یا ایمان کامیاب ہوگا یا پھر حیوانی داعیات (Animal Instincts)۔ یہ جہاد کی اوّلین منزل ہے۔ اسی لیے اس کو اصل جہاد کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ)) (مسند احمد)

”اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔“

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اس شمارے میں

قادیانی نامنظور کیوں

تقویٰ کی اصل تعریف اور معیار

مطالعہ کلام اقبال (86)

کشمیر میں نئی بھارتی چال اور خونِ مسلم سے رنگیں ادلب

یقین اللہ پر رکھتے ہیں ہم

محرم الحرام اور عاشورہ کا روزہ

اسلامی تحریکیں: سیاسی شناخت کا بحران

انبیاء اور اہل علم کی فضیلت

الھدیٰ (819)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورَۃُ الْاَنْبِیَآء | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 7 تا 9

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

آیت ۷ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۷﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں ہی کو (بطور رسول)‘ ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے‘ تو (اے قریش مکہ!) تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تمہیں معلوم نہیں۔‘‘

آیت کے پہلے حصے میں خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے‘ مگر بعد میں خطاب کا رخ ان لوگوں کی طرف ہو گیا ہے جو کہتے تھے کہ یہ تو ہماری طرح کے انسان ہیں‘ ہم ان کی بات کیسے مان لیں؟ ان لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ یہ کوئی پہلے رسول نہیں ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی بہت سے رسول آئے‘ وہ سب بھی انسان ہی تھے۔ یہ بات اگر تمہاری سمجھ سے بالاتر ہے تو اہل علم سے پوچھ لو۔

آیت ۸ ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۸﴾ ’’ہم نے ان (رسولوں) کے لیے ایسا جسم نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ (زندہ) رہنے والے ہوتے تھے۔‘‘

پہلے جو انبیاء آئے تھے وہ سب عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی ابدی زندگی لے کر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک پر موت کا مرحلہ بھی آیا۔

آیت ۹ ﴿ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ﴾ ’’پھر ہم نے ان کے ساتھ کیا گیا وعدہ سچ کر دکھایا‘ پھر انہیں اور (ان کے ساتھ) جسے چاہا اسے نجات دی‘‘

ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو سیلاب کی آفت سے محفوظ رکھا۔ ہود علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو امان بخشی۔ صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان والوں کو نجات دی۔ شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچایا۔ لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹیوں کو مغضوب و معتوب بستیوں سے بحفاظت نکالا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو سمندر میں سے بچ نکلنے کا راستہ دیا۔ یوں ہم نے ہر مرتبہ اپنے رسولوں اور اہل ایمان کے ساتھ کیے گئے وعدے کو نبھایا۔

﴿وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۹﴾ ’’اور حد سے بڑھنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔‘‘

فرمانِ نبویؐ

فکرِ آخرت کا ثمر

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهٗ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهٗ وَلَمْ يَاْتِهٖ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَهٗ))

(رواہ الترمذی)

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جسے سب سے زیادہ فکر آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا کر اس کے دل کو تسکین دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے (یعنی دنیا کا مال و متاع جو اس کی قسمت میں لکھا ہے بغیر کسی شدید مشقت کے آسانی سے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے)۔ جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے (یعنی وہ محسوس کرتا ہے کہ میں لوگوں کا محتاج ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے اُلجھا دیتا ہے (اس لیے وہ سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے) اور دنیا کا رزق (زیادہ نہیں بلکہ) اسے صرف اتنا ہی ملتا ہے، جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے‘‘۔

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 محرم الحرام 1440ھ — جلد 27
18 تا 24 ستمبر 2018ء — شمارہ 36

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دار الاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ...... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی نامنظور کیوں

سیکولر خیالات کے حامل ہمارے دانشور اس وقت بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں جب وہ قادیانیت کے حوالے سے مسلمانانِ پاکستان کا شدید اور انتہائی غیر معمولی رویہ اور ردِ عمل دیکھتے ہیں؟ وہ سوال کھڑا کر دیتے ہیں کیا قادیانی پاکستانی نہیں؟ کیا قادیانیوں کو زندہ رہنے کا حق نہیں؟ کیا کسی قادیانی کو میرٹ پر بھی پاکستان میں کوئی عہدہ لینے کا حق نہیں۔ ہم پاکستانی اس اقلیت سے اتنا ظالمانہ رویہ کیوں رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مذہبی حوالے سے قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں ہمارے علمائے کرام اس قدر کہہ چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ ہم جیسا اس میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام حکم دیتا ہے کہ اسلامی ریاست ذمی کے مال، جان اور عزت کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح وہ مسلمانوں کی کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے اہلکاروں پر اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت اسی طرح فرض ہے جیسے مسجد کی حفاظت فرض ہے۔ صاحب نصاب مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض ہے اور غیر مسلم جزیہ ادا کرتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آئین پاکستان کو تو کسی حد تک اسلامی آئین کہا جا سکتا ہے لیکن ریاست پاکستان کو اسلامی ریاست کہنا مشکل ضرور ہے۔ بہر حال پاکستان ایک ایسا ملک تو ہے جس کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے اور حکمران بھی مسلمان ہیں۔

نائن الیون کے بعد دنیا بدل گئی۔ دنیا میں فساد برپا ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے پاکستان میں جتنی اقلیتیں محفوظ تھیں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی اور ملک میں بھی نہیں ہوں گی آج بھی ردعمل کے شکار چند ہزار افراد کے سوا پاکستان کے بیس کروڑ عوام اقلیتوں کے حقوق کا مکمل احترام کرتے ہیں اور انہیں اچھے سلوک کا حق دار سمجھتے ہیں۔ پہلا وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل اور جسٹس دراب پٹیل، چیف جسٹس بھگوان داس یہ سب ہندو تھے۔ ان کی تعیناتی پر کسی ایک مسلمان نے بھی اعتراض نہ کیا نہ کرنا چاہیے تھا۔ عیسائی چیف جسٹس کارنیلس کا سب دل سے احترام کرتے تھے۔ گویا ثابت ہوا کہ پاکستان کے مسلمان خصوصاً اسلامی جماعتیں اقلیتوں کو ان کے آئینی حقوق دینے پر رتی بھر معترض نہیں۔ پھر آخر کار یہی مسلمان ایک قادیانی عاطف میاں کو محض مشاورتی کونسل کا ممبر مقرر کیے جانے پر اتنا ہنگامہ کیوں کھڑا کر دیتے ہیں؟ جواب بڑا سادہ ہے کہ یہودی، عیسائی، ہندو اعلانیہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان ہو اور ہم مسلمان نہیں ہیں بلکہ ہمارا الگ مذہب ہے جس کے ہم پیروکار ہیں۔ وہ پاکستان میں اپنا اقلیت میں ہونا تسلیم کرتے ہیں اور آئین پاکستان اقلیتوں کے جو حقوق و فرائض متعین کرتا ہے اس کے حوالے سے وہ پاکستان کے قابل احترام شہری ہیں۔ جبکہ قادیانی حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے اور ایک جعلساز اور کاذب کو نبی تسلیم کرتے ہیں، خود مسلمان ہونے کے دعوے دار ہیں۔ وہ ہم مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، مرزا غلام احمد ایک جگہ لکھتا ہے کہ جو مجھے نبی تسلیم نہیں کرتے وہ بازاری عورت کی اولاد ہیں۔

آئین پاکستان میں جس کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہیں۔ ان کا الگ اقلیتی مذہب ہے جبکہ وہ اپنی اس حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کے عیسائی اور یہودیوں سے بہت سے اختلافات ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کو مسلمان بھی برحق نبی اور رسول مانتے ہیں۔ ان دانشوروں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا روشن پہلو یہ ہے کہ انہوں نے کبھی کسی جھوٹے نبی سے کسی قسم کی رعایت نہیں کی۔ چاہے مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ چونکہ محبوب ربانی بھی ہیں لہٰذا اللہ رب العزت نے مسلمان کے دل میں اپنے محبوب کی محبت کچھ اس طرح سے جاگزیں کر دی ہے کہ مسلمان حضور ﷺ کی گستاخی برداشت کر ہی نہیں سکتا اور ختم نبوت کا انکار بدترین گستاخی ہے۔ یہاں یہ یاد دلانا سود مند ہوگا کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عام معافی کا اعلان کیا گیا تب بھی گستاخانِ رسول کو قتل کیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک گستاخ رسول جو جان بچانے کے لیے غلاف کعبہ میں چھپ گیا تھا، اُسے وہاں سے نکال کر قتل کیا گیا۔

جہاں تک قادیانیوں کا برصغیر کے مسلمانوں سے سلوک کا تعلق ہے اس حوالے سے بھی انہوں نے بدترین غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ 1927ء میں قائداعظم نے سائمن کمیشن کو رد کر دیا۔ جبکہ قادیانیوں کے ایک وفد نے خاص طور پر اس کمیشن کے ارکان سے ملاقات کی اور انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ 1937ء سے 1942ء تک قادیانیوں نے یونینسٹ پارٹی سے مل کر قائداعظم کی مسلم لیگ کا پنجاب میں راستہ روکے رکھا۔ کشمیر کے حوالے سے قادیانیوں نے برصغیر کے مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ ستر سال سے کشمیریوں کا خون بہہ رہا ہے۔ اس کے قادیانی برابر کے ذمہ دار ہیں۔ قارئین کو معلوم ہوگا کہ ضلع گورداسپور واحد ضلع ہے جس سے بھارت کو کشمیر کا زمینی راستہ ملتا ہے۔ اس ضلع میں مسلمانوں کو معمولی اکثریت حاصل تھی۔ ریڈکلف ایوارڈ کے مطابق یہ ضلع پاکستان کا حصہ بننا چاہیے تھا۔ وہاں اچھی خاصی تعداد میں قادیانی تھے جنہیں حکومت برطانیہ مسلمان قرار دیتی تھی لیکن عین وقت پر قادیانیوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بدنیت انگریز اور بدخصلت ہندو نے ان کے اس دعویٰ کو فوراً تسلیم کر لیا۔ ریڈکلف کو ڈنڈی مارنے میں آسانی ہوگئی اور گورداسپور بھارت کو مل گیا۔ اگر بھارت کو کشمیر کی طرف زمینی راستہ نہ ملتا تو وہ کیسے کشمیر پر تسلط قائم کر رکھ سکتا تھا۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے قائداعظم کا جنازہ پڑھنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یا تو میں مسلمان ریاست کا کافر وزیر خارجہ ہوں یا کافر ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ ہوں۔ ہماری نظر میں بھی یہ ایک درست موقف تھا۔ لہٰذا ہم پورے اعتماد اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کہ جھوٹے نبی کو ماننے والا ظفر اللہ ہی کافر تھا۔

غلام احمد قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد نے یحییٰ خان کے دور میں مشرقی اور مغربی پاکستان کی علیحدگی میں اہم رول ادا کیا۔ قادیانیوں کے اسرائیل اور یہودیوں سے تعلقات اور محبت اب کوئی راز نہیں۔ مرزا مبارک احمد اپنی کتاب our foreign mission کے صفحہ 97 پر قادیانیوں کی اسرائیل کے لیے خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ 1972ء تک اسرائیل کی فوج میں چھ سو فوجی قادیانی بھرتی تھے۔ 1984ء میں جب ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف مرزا طاہر نے جنیوا میں اقوام متحدہ کے ہیومن رائٹس کمیشن سے رجوع کیا تو اس وقت جنیوا میں منصور نامی قادیانی سفیر تھا۔ حکومت نے یہ غلطی کی کہ اس کو ذمہ داری سونپ دی کہ وہ پاکستان کے موقف کا دفاع کرے۔ اس نے مرزا طاہر کے حکم پر اپنی ہی حکومت کی مخالفت کی اور پاکستان کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ پنڈی سازش کیس میں بھی قادیانی ملوث تھے۔ اپریل 1973ء میں بھٹو کا تختہ الٹنے کی سازش میں تین قادیانی فوجی افسر گرفتار ہوئے۔ تاریخ میں شریف الدین پیرزادہ کی یہ گواہی موجود ہے کہ جب وہ ایوب خان کے وزیر خارجہ تھے تو فرانسیسی صدر نے ایوب خان کو ایٹمی تعاون کی پیشکش کی تھی۔ ایوب خان یہ بات راز میں رکھنا چاہتے تھے لیکن ایم ایم احمد نے امریکہ کو مخبری کر دی۔

ملک کے مشہور صحافی زاہد ملک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ صاحبزادہ یعقوب علی خان کو امریکیوں نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات اور بم کا ماڈل دکھا کر سوال اٹھائے جبکہ وہ امریکیوں کے سامنے اس کا انکار کر چکے تھے۔ وہ شرمندہ ہو کر کمرے سے نکلے تو انہوں نے دیکھا ڈاکٹر عبدالسلام اسی ماڈل والے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ قادیانیوں کی پاکستان اور اسلام دشمنی کی داستان اتنی طویل ہے کہ وہ ایک اداریے میں سما نہیں سکتی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی اسیری کے دوران سکیورٹی انچارج کرنل رفیع سے کہا تھا کہ قادیانی پاکستان میں وہی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ گویا تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے اگر وہ پاکستان میں اقتدار پر براہِ راست قابض نہیں ہو سکتے تو انہیں بادشاہ گر کی حیثیت لازماً حاصل ہو جائے۔

آخر میں قارئین کی خدمت میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں ایسی ایسی بے ہودہ اور شرمناک باتیں تحریر کی ہیں جن کو کوئی شریف النفس انسان نہ زبان سے ادا کر سکتا ہے اور نہ ہی تحریر میں لائی جا سکتی ہیں۔ اسی لیے قادیانیوں کو پڑھنے کے لیے مرزا کی سب کتب نہیں دی جاتیں بلکہ انہیں چند کتابیں دی جاتی ہیں کہ وہ صرف ان کا مطالعہ کریں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ نمبر 51 پر جو یہ تفصیل لکھی ہے کہ وہ غلام احمد سے یسوع مسیح کس طرح بنے؟ اگر عام قادیانی وہ پڑھ لیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی عقل وفہم اور غیرت وحمیت سے اس قدر تہی دامن ہوگا کہ پھر بھی اس کی قادیانیت ختم نہیں ہوگی۔ شرم وحیا اور غیرت سے عاری ان کی تحریریں ناقابل ذکر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شرفِ انسانیت پر سوال اٹھ جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت اپنی مخلوق کو اس بدترین شر سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین!

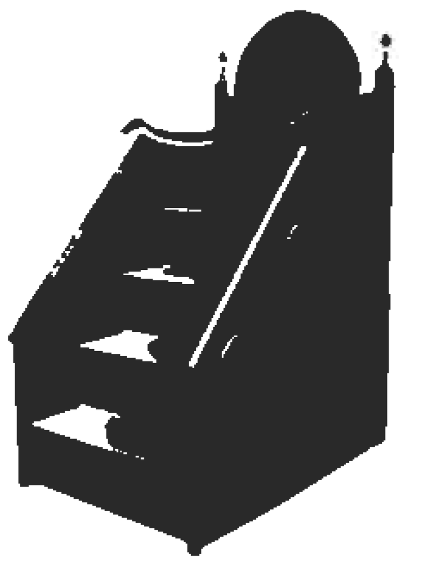

تقویٰ کی اصل تعریف اور معیار

(آیۃ البر کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم و تربیت محترم خورشید انجم کے 07 ستمبر 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 177 میں نیکی کا حقیقی تصور یعنی قرآنی تصور بیان ہوا ہے۔ پھر اسی کے ذیل میں نیکی کا ایک جامع تصور بیان ہوا ہے جس میں نیکی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یعنی نیکی کیا ہے؟ روحِ نیکی کیا ہے؟ اور اس کے لیے جذبہ محرکہ کیا ہے؟ نیکی کے عملی مظاہر کیا ہیں؟ پھر ان مظاہر کے اندر ترجیحات کیا ہیں؟ اور آخر میں نیکی کی چوٹی کیا ہے؟ ان سب موضوعات کا اس آیت کے ذیل میں احاطہ کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ﴾ ”نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیکی تو اُس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، یومِ آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر۔“

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے پہلے 16 مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں لیکن پھر آپ ﷺ کو بیت اللہ یعنی بیت الحرام کو قبلہ بنانے کا حکم آ گیا۔ یہ بات یہود کو بہت ناگوار گزری کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ صرف قبلہ کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ بنی اسرائیل کی معزولی اور امت محمدیہ ﷺ کے انتخاب کا معاملہ تھا۔ لہٰذا یہود نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مسلمانوں نے 16 ماہ میں جو نمازیں پڑھی ہیں وہ تو ضائع گئیں۔ کچھ سادہ لوح مسلمان ایسے تھے جن کے دلوں میں اس یہودی پروپیگنڈے سے وسوسے پیدا ہو رہے تھے کہ جو لوگ مرحومین ہو گئے ان کی تو ساری نمازیں ضائع ہو گئیں۔ اس وقت قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی اور اسی کے ذیل میں بتایا گیا کہ اصل میں نیکی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ نیکی صرف مشرق یا مغرب کی طرف منہ پھیرنے کا نام نہیں بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانا جائے۔ جب حکم تھا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو تو اس حکم پر عمل کرنا نیکی تھا اور اب حکم آ گیا کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے تو یہ نیکی ہے۔

مرتب: ابو ابراهیم

نیکی کا تصور ہر انسان میں پایا جاتا ہے مگر زیادہ تر انسانوں نے بعض مظاہر کو ہی نیکی سمجھ لیا ہے۔ مثلاً بدمعاش قسم کے لوگوں کا بھی ایک نیکی کا تصور ہے۔ اگر کہیں مظلوم آدمی کو مار پڑ رہی ہو تو عام آدمی کنی کترا کا نکل جائے گا لیکن ایک بدمعاش آدمی اس کو بچا لے گا۔ ہمارے ہاں ایسے ڈاکو اور بدمعاش لوگ رہے ہیں جو بیواؤں، یتیموں کی امداد کرتے تھے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان میں ہر چیز کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، بلیک مارکیٹنگ بھی اپنے عروج پر ہوتی ہے اور بینکوں کے ساتھ سودی لین دین بھی ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کاروباری طبقہ کر رہا ہوتا ہے لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اسی کاروباری طبقہ سے ہماری مسجدیں بھی آباد ہیں، مساجد کے لیے مہنگے قالین، اے سی وغیرہ یہ طبقہ فراہم کرتا ہے۔ حج اور عمرے بھی خوب ہو رہے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں بھی نیکی کا ایک تصور ہے۔ اس کے بالکل برعکس ایک دوسرا طبقہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ نماز، روزہ اور حج انفرادی چیزیں ہیں، کوئی کرتا ہے تو کرے، نہیں کرتا تو نہ کرے۔ البتہ کسی کو دھوکہ نہ دیا جائے، کسی کا مال غصب نہ کیا جائے، کسی کے حق پر ڈاکہ نہ ڈالا جائے، کسی کو فریب نہ دیا جائے کیونکہ یہی اصل نیکی ہے۔ چنانچہ یہ نیکی کے مختلف تصورات ہیں۔ جیسے اقبال نے کہا۔

اُٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

یہ داستانِ نیکی ہر ایک نے اپنی اپنی پسند سے چن لی ہے۔ جیسے ایک گلدستے میں مختلف پھول ہوتے ہیں۔ تو ہر ایک نے اپنی پسند کا پھول وہاں سے لے لیا ہے لیکن وہ گلدستہ نہیں لیا۔ حالانکہ وہ پورا گلدستہ اصل نیکی ہے۔

نیکی کو عربی میں بِر کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ بَر بھی بنا ہے جس کے معنی ہیں خشکی۔ اگر انسان سمندر میں سفر کر رہا ہو تو اس کو چین نہیں ہوتا لیکن جب وہ خشکی پر اُترتا ہے تو وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب وہ خشکی پر اترے تو اسی وقت اس کی روح قبض ہو جائے۔ بس یہی معاملہ نیکی (البر) کے ساتھ ہے۔ جب انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے بعد اس کو ایک سکون محسوس ہوتا ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

”نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیکی تو اُس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، یومِ آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر۔“

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ نیکی کچھ اعمال ہیں جو کیے جاتے ہیں۔ جیسے مختلف لوگوں کا تصورِ نیکی ہے۔ لیکن قرآن کے تصورِ نیکی میں سب سے پہلے ایمان کا ذکر آرہا ہے۔ معلوم ہوا کہ نیکی اور ایمان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ گویا نیکی کی بنیاد ایمان ہے۔ کوئی بھی عمل جو نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے، وہ اس وقت تک اللہ کے ہاں قبول نہیں جب تک کہ دل میں ایمان نہ ہو۔ بڑے سے بڑا نیکی کا عمل کر لیا جائے لیکن اگر ایمان نہیں ہے تو وہ صفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ ایمان ہی وہ جذبۂ محرکہ ہے جو انسان کو نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو پھر جیسے غالب نے کہا کہ ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

کسے معلوم نہیں ہے کہ سچ بولنا اچھی بات ہے جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ لیکن ہم کتنا سچ بولتے ہیں؟ اسی طرح گناہ میں لذت ہے۔ وقتی فوائد بھی ہیں۔ جیسے کوئی سود کھا رہا ہے، بظاہر فائدہ تو ہو رہا ہے، حرام کھانے سے پیٹ میں مروڑ بھی نہیں اُٹھا جبکہ نیکی کے لیے انسان کو محنت اور تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور دنیوی طور پر کچھ نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک جذبۂ محرکہ ایسا ہے جو انسان کو نیکی پر آمادہ کرتا ہے اور وہ جذبۂ محرکہ ایمان ہے۔ انسان کا ایمان جتنا گہرا ہوگا، اتنا ہی اس کا عمل نیک ہوگا۔ کوئی بھی عمل اگر ایمان کے ساتھ نہیں ہے تو پھر وہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی، فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ)) (متفق علیہ)

ایک صاحب جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر وہ بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ایک عورت سے نکاح کے خواہاں تھے جو ایمان لانے کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر چکی تھی۔ لہٰذا اسی حوالے سے فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول ﷺ کے لیے ہجرت کی تو اس کو اللہ کے ہاں ہجرت کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح جو جس نیت سے عمل کرے گا اس کو اسی کے مطابق صلہ ملے گا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی وہ شرک کر چکا، جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا وہ شرک کر چکا، جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ وخیرات کیا وہ شرک کر چکا''۔ لہٰذا نیکی کی اصل نیت یہ ہونی چاہیے کہ یہ صرف اللہ کی رضا اور اُخروی فلاح کے لیے ہو۔ ورنہ اگر اللہ کی رضا اور آخرت کے دن کی کامیابی پیشِ نظر نہ ہو تو پھر بڑی سے بڑی نیکی بھی صفر سے ضرب کھا کر صفر ہو جائے گی۔ اس ضمن میں حدیث میں تین آدمیوں کی مثال بیان ہوئی ہے کہ: ''قیامت کے دن سب سے پہلے (تین قسم کے) افراد کا فیصلہ کیا جائے گا، ان میں ایک شہید ہوگا، اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو کیا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بول رہا ہے، تو نے اس لیے جہاد کیا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے اور ایسے (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے بعد ایک عالم کو لایا جائے گا۔ اللہ پوچھے گا: تو کون سا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا میں نے تیری خاطر علم سیکھا، سکھایا اور قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، حصولِ علم سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ قاری کہا جائے، سو ایسے تو کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ

پریس ریلیز 14 ستمبر 2018ء

قادیانی اسلام، ریاستِ پاکستان اور آئین کے باغی ہیں

قادیانی خود کو اقلیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُلٹا مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں

مسلمانوں کے نزدیک ختم نبوت کا منکر آپ ﷺ کا بدترین گستاخ ہے

حافظ عاکف سعید

قادیانی اسلام، ریاستِ پاکستان اور آئین کے باغی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی تاریخ میں جوگندر ناتھ منڈل، جسٹس کارنیلیس، جسٹس بھگوان داس جیسے غیر مسلم بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں مگر ان کے خلاف کسی سطح پر بھی مسلمانوں نے احتجاج نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خود کو اقلیت اور غیر مسلم تسلیم کرتے تھے اور اس حیثیت سے وہ ہمارے آئین کا بھی احترام کرتے تھے۔ مگر قادیانی خود کو اقلیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُلٹا وہ جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کی نبوت کا انکار کرنے والوں یعنی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ ان کی تاریخ پاکستان سے غداریوں اور بغاوتوں سے بھری پڑی ہے۔ انہوں نے نہ صرف قیامِ پاکستان میں روڑے اٹکائے بلکہ تقسیم کے وقت بھی گورداسپور کے علاقے میں بھارت کی حمایت کر کے کشمیر کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے پاکستان کی منتخب حکومتوں کے خلاف بغاوتیں کیں۔ پنڈی سازش کیس میں وہ ملوث تھے۔ پھر انہوں نے پاکستان کو ایٹمی طاقت بننے سے روکنے کے لیے بھی ہر ممکن کوشش کی۔ لہٰذا ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی محبِ وطن پاکستانی یہ نہیں چاہے گا کہ کوئی قادیانی کسی بھی عہدے پر فائز ہو۔ بحیثیت مسلمان بھی ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم ختم نبوت کے عقیدے میں نقب لگانے والوں کو کسی سطح پر تسلیم کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اس طرح سے جاگزیں کر دی ہے کہ وہ کسی صورت آپ ﷺ کی توہین برداشت کر ہی نہیں سکتے اور ختم نبوت کا منکر آپ ﷺ کا بدترین گستاخ ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔
اس کے بعد ایک سخی مالدار کو لایا جائے گا ، اس سے اللہ پوچھے گا: تو کون سا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا جن مصارف میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے ان تمام مصارف میں تیرے لیے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بول رہا ہے، تیرا خرچ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ تو کہہ دیا گیا۔ پھر اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

یعنی اتنے بڑے بڑے اعمال انہوں نے کیے لیکن چونکہ نیت اللہ کی رضا والی نہیں تھی بلکہ ریا والی تھی لہٰذا انہیں ان اعمال کا صلہ نہ مل سکا اور وہ آخرت کے دن کی کامیابی سے محروم رہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ﴾ ''فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر۔'' (البقرہ:177)

ان تینوں چیزوں پر ایمان' ایمان بالرسالت کہلاتا ہے ۔ نیکی کے ساتھ ایمان بالرسالت کا بھی بنیادی تعلق ہے ۔ کیونکہ نیکی کس طرح کرنی ہے اور کس طریقے سے کرنی ہے یہ ہمیں اطاعت رسول ﷺ سے ہی معلوم ہوگا۔ ورنہ اپنے طریقے پر کوئی بھی کام کریں گے تو خدشہ ہے کہ وہ نیکی نہ رہے بلکہ ضلالت بن جائے۔ جیسے عیسائی راہب نیکی کے جذبے میں سرشار ہو کر حد سے نکل گئے اور پھر گمراہ ہوگئے اور راہبانیت اختیار کر لی۔ حالانکہ دین میں یہ چیز نہیں تھی۔ لہٰذا نیکی کا اصل نمونہ ہمیں رسولؐ کی اطاعت میں ہی ملے گا۔ اسی لیے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے'' (الاحزاب:21)

احادیث میں ذکر ہے کہ تین اشخاص نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی نفلی عبادات کے بارے میں معلوم کیا کہ رات کو آپؐ کتنی نفلی نماز پڑھتے ہیں؟ مہینہ میں کتنے نفلی روزے رکھتے ہیں؟ ازواجِ مطہراتؓ نے کسی بات میں مبالغہ نہیں کیا' جو صحیح صحیح بات تھی وہ بتا دی۔ ان صحابہؓ نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں' آپؐ سے تو کسی خطا کا صدور ممکن ہی نہیں' آپ ﷺ کو تو اتنی نفلی عبادات کی بھی ضرورت نہیں جتنی آپ ﷺ کر رہے ہیں' یہ بھی آپ ﷺ کے لیے بہت ہے' لیکن ہمارے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک نے کہا کہ میں تو پوری رات نفلی نمازوں میں گزاروں گا' کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا' کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں شادی اور گھر گرہستی کا کھکھیڑ مول نہیں لوں گا' اس سے تو اللہ سے لو لگانے اور تعلق استوار کرنے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں' میں تو ساری عمر تجرّد کی زندگی بسر کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ اپنی عادتِ شریفہ اور خُلق کریم کے خلاف ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن تینوں کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ ''میں تم میں سے ہر ایک سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں' لیکن میں رات کو سوتا بھی ہوں اور نفلی نماز بھی ادا کرتا ہوں۔ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں۔ میں نے شادیاں بھی کی ہیں اور میرے حبالۂ عقد میں متعدد ازواج ہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) ''(کان کھول کر سن لو! کسی کا عمل چاہے کتنے ہی نیکی کے جذبے کے تحت ہو' لیکن) جس کسی نے میری سنت اور میرے طریقے کو چھوڑ دیا (اور اس کے برعکس روش اختیار کی تو جان رکھو) اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

معلوم ہوا کہ اگر نبی ﷺ کا طریقہ ہے تو وہ نیکی ہے ورنہ وہ دین میں کوئی نیا طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ وہ بدعت ہے، بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ﴾ ''اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں' یتیموں' محتاجوں' مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں۔''

مال کی محبت ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے۔ لیکن اس محبت کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ نیکی ہے۔ جیسے سورۃ آل عمران (آیت:92) میں فرمایا:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ﴾ ''تم نیکی کے مقام تک پہنچ ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم خرچ نہ کرو (اللہ کی راہ میں) وہ چیز جو تمہیں محبوب ہے۔''

آگے فرمایا: ﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ﴾ ''اور قائم کرے نماز اور ادا کرے زکوٰۃ۔'' (البقرہ:177)

ایمان کو تروتازہ رکھنے کے لیے نماز بنیادی چیز ہے۔ اس کے بعد زکوٰۃ بھی تجدید ایمان کا ذریعہ ہے۔ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ مقرر ہے لیکن اس کے بعد بھی جتنا اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اتنا ہی نیکی میں اضافہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ)) ''یقیناً مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیۃ البر تلاوت کی۔ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بعد بھی مال میں قرابت داروں ،یتیموں ،مسافروں ،مسکینوں اور سائلین کا حق ہے۔ اس کے علاوہ گردنیں چھڑانے سے مراد پہلے تو غلاموں کو آزاد کروانا تھا مگر آج بے گناہ قیدیوں کو آزاد کرانا یا پھر نادار قرض داروں کا قرض اُتارنا مقصود ہو سکتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ﴾ ''اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب کوئی عہد کر لیں۔''

عہد کو پورا کرنا بھی نیکی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص میں امانت داری موجود نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو پاس عہد سے تہی دست ہو اس کا کوئی دین نہیں''۔ اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے''۔ معلوم ہوا کہ جو نیک ہوگا عہد کو ہر صورت پورا کرے گا اور جو عہد کو پورا نہ کرے وہ منافق ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ﴾ ''اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں' تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں''۔

دنیا کی زندگی آزمائش ہے۔ کسی طرح کے بھی حالات پیش آسکتے ہیں۔ لہٰذا مشکل حالات میں بھی جو لوگ صبر کرتے ہیں وہی نیکی کی معراج کو پانے والے ہیں۔ خاص طور پر جب نیکی کے راستے پر انسان چلتا ہے تو اس کے راستے میں تکلیفیں، پریشانیاں اور رکاوٹیں بھی آتی ہیں اور باطل سے پنجہ آزمائی بھی ہوتی ہے۔ ان حالات میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا نیکی ہے۔ عموماً نیکی کی بحث میں جنگ کو اچھا تصور نہیں کیا جاتا لیکن جو راہبانہ تصور ہے اس کی یہاں نفی کی جا رہی ہے اور نیکی کے حرکی تصور کو اجاگر کیا جا رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی

7 1۔ خلافتِ آدم

22	ذوقِ تخلیق آتشے اندر بدن	از فروغِ او فروغِ انجمن!

عورت ذات میں ذوقِ تخلیق ایک طرح کی آگ ہے جو اس کی جسم میں ہے اس آگ کی تپش ہی وہ روشنی ہے جو عورت کو محفلوں کی زینت بننے پر آمادہ کرتی ہے

23	ہر کہ بردارد ازیں آتش نصیب	سوز و ساز خویش را گردد رقیب

جو آدم (حقیقی انسان روح و جسد کے ساتھ یعنی صاحب خودی) عورت کی اس ذوق تخلیق کی آگ سے حصہ پالیتا ہے وہ اپنے اس سوز و ساز کا غیرت مند نگہبان بن جاتا ہے

24	ہر زماں بر نقشِ خود بندد نظر	تا نگیرد لوحِ او نقشِ دگر

وہ مرد (جو کسی عورت سے نکاح کرلیتا ہے) اس عورت کی ناموس (کسی دوسرے مرد سے تنہائی) پر نظر رکھتا ہے تاکہ اس کی تخلیق پر کوئی غیر کا نقش نہ آسکے

22۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق پر اسی کے پہلو سے اس کی زوجہ بنادی ﴿وَخَلَقَ مِنھَا زَوجَھَا......﴾ (النساء:1) اور آدم کے وجود سے ہی اس کی زوجہ (COMPLEMENTARY BEING) پیدا کردی۔ عورت ذات کے اندر اللہ تعالیٰ نے ’ذوقِ تخلیق‘ ودیعت فرمایا ہے وہ اپنے ذوق کی تسکین کے لیے تکلیف، دکھ، مصیبتیں اور پریشانیاں برداشت کرتی ہے اور اولاد کو انسان بنا کر دنیا کو پیش کرتی ہے۔ وہ انسان کیسے ہوتے ہیں کس مزاج کے ہوتے ہیں اور کونسا ذوق لے کر آتے ہیں؟ یہ اس عورت کے ماحول اور شوہر کی معاش، معاشرت اور سماج پر منحصر ہے، نسل انسانی میں بڑھوتری کا یہ تحفہ شوہر اور بیوی کے افعال کی آسمانی ہدایت کی کسوٹی، اچھائی برائی یا حلال حرام کی کسوٹی پر بھی جانچا جاسکتا ہے۔ ذوقِ تخلیق کا جذبہ صحیح اور متوازن خطوط پر آسمانی ہدایت کی روشنی میں پروان نہ چڑھ سکے تو وہی عورت اس جذبہ کے ساتھ مردانہ محفلوں کی زینت بنتی ہے اور اس کا جذبہ بانجھ رہ جاتا ہے۔

23۔ اولادِ آدم میں جو (خوش نصیب) انسان کے تخلیقی عمل اور اس ضمن میں مرد و عورت کی دائرۂ کار اور اس کی اہمیت کو سمجھ جاتا ہے اور اپنے حصے کا کام باحسنِ طریق ادا کرتا ہے اور اس کام کو خالق کائنات کی طرف سے ودیعت کردہ ذمہ داری سمجھ کر نبھاتا ہے اور آسمانی ہدایت و رہنمائی یعنی وحی خداوندی کے مطابق سرانجام دیتا ہے۔ وہ مرد ہو یا عورت اپنے فرض کو صحیح خطوط پر ادا کرنے کی وجہ سے ’مردِ مومن‘ صالح مسلمان یا ’اقبال کا شاہین‘ کہلانے کا مستحق ہے۔ اس نقطہ نظر کا یہ نتیجہ ہے کہ مرد چونکہ خارجی اور بیرون خانہ کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اسی نوعیت کی جسمانی ساخت رکھتا ہے جبکہ عورت ذات اس کے برعکس نسل انسانی کے تربیت و پرداخت کے لیے ذمہ دار قرار دی گئی ہے اس کی جسمانی ساخت اسی طرح کی ہے، لہٰذا ایسا خوش نصیب مرد ’عورت‘ کے ناموس اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے پُر امن ماحول فراہم کرنے کا مسئول ہے اور ہر بندۂ مومن اسی معیار کا حامل ہوتا ہے۔

24۔ اولادِ آدم کا ہر معقول اور حقیقی فرد اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا ہے تا آنکہ مرد اپنی عورت کی عفت و عصمت کا محافظ و نگہبان بن کر زندگی گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں مردوں و عورتوں کو جو تخلیقی عمل میں شریک کیا ہے اور اس اشرف المخلوقات تخلیق اور فنی لحاظ سے شاہکار تخلیق کے شایان شان پیدائش، پرورش، تربیت، نگہداشت کا نگران ٹھہرایا ہے۔ اس طویل تخلیقی و تربیتی عمل میں مرد سے زیادہ عورت کا حصہ ہے جس کی وجہ سے لسانِ رسالت مآب ﷺ نے عورت (ماں) کا درجہ باپ سے زیادہ قرار دیا ہے۔ مرد کی ذمہ داری نگہداشت و حفاظت ہے تاکہ اس کے نقش پر کسی غیر کا (دوسرے مرد کا) نقش اثر انداز نہ ہوسکے۔ علامہ اقبال ابلیس کی مجلس شوریٰ نامی معرکہ آرا نظم میں فرماتے ہیں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں قرآن کیا کہتا ہے؟

ع حافظ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں!

یہ زاویۂ نظر، دراصل آج کے مغرب اور ابلیسی سیکولر افکار کی موت ہے،

ع الحذر آئین پیغمبر ﷺ سے سو بار

یہی سوچ کا فرق ہے جس پر آج مسلمانوں/اسلام اور مغرب/ابلیس کی جنگ جاری ہے۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اُسی دُرج کا دُرِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں!

ادلب میں سنی آبادی کے قتلِ عام کے بعد اگر بشار الاسد کی رٹ شام میں قائم ہو بھی گئی تو وہ اتنی مستحکم حکومت نہیں ہوگی کہ اسرائیل سے گولان کی پہاڑیاں واپس لینے کا مطالبہ کر سکے: ایوب بیگ مرزا

انڈیا کو اندازہ ہے کہ مستقبل میں کسی موقع پر جا کر کشمیر میں استصواب رائے ہو سکتا ہے اس لیے وہ وہاں کا ڈیموگرافک سٹرکچر تبدیل کرنا چاہتا ہے: رضاء الحق

کشمیر میں نئی بھارتی چال اور خون مسلم سے رنگین ادلب کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: انڈیا کے آئین کی شقیں A-35 اور 370 مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کو خصوصی سٹیٹس دیتی ہیں۔ وہ کیا ہیں اور اب ان کو کیوں ختم کیا جا رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے فوراً بعد بھارت نے اپنا آئین تشکیل دے دیا تھا، ہماری طرح انہیں نو سال آئین بنانے میں نہیں لگے۔ اس آئین میں شق 370 ابتدا ہی سے شامل تھی جو مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے مرکز کو صرف تین اختیارات دیتی تھی: کمیونیکیشن، ڈیفنس، اور فارن افیئرز۔ یعنی یوں کہہ لیجیے کہ صرف تین چیزیں مرکز کے پاس تھیں باقی تمام معاملات میں مقبوضہ جموں و کشمیر کی ریاست خود مختار تھی۔ جب کشمیر کے مسئلہ پر 1948ء کی پاک بھارت جنگ ہوئی اور کشمیری مجاہدین نے بہت سارا علاقہ آزاد کرا لیا تو بھارت جنگ کو رکوانے کے لیے فوراً بھاگ کر اقوام متحدہ کے پاس گیا اور یقین دہانی کرائی کہ کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے گا۔ لیکن بعد ازاں پنڈت نہرو نے اپنے وعدے سے یوٹرن لے لیا کیونکہ دوسری قوموں کی طرح ہندوؤں کا بھی یہ ایمان ہے کہ ایسی ہر چیز جائز ہے جو اپنے ملک اور قوم کے لیے سود مند ہو۔ لہٰذا جب پاکستان نے سیٹو اور سینٹو میں شمولیت اختیار کی تو بھارت نے اس چیز کو بنیاد بنا کر استصواب رائے سے مکرنا شروع کر دیا اور کشمیریوں کو مطمئن رکھنے کے لیے پنڈت نہرو نے 1954ء میں آئین میں ترمیم کر کے شق A-35 کا اضافہ کیا۔ جس کی رو سے مقبوضہ کشمیر کے مستقل رہائشیوں کے لیے چار چیزیں مختص کر دی گئیں کہ یہ صرف کشمیریوں کے لیے ہوں گی باقی کسی کے لیے نہیں ہوں گی۔ 1۔ یہ کہ کوئی غیر کشمیری کشمیر میں مستقل رہائش اختیار نہیں کر سکتا اور نہ وہاں زمین خرید سکتا ہے۔ 2۔ کوئی غیر کشمیری وہاں ریاست کے دیے ہوئے کسی وظیفے سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ 3۔ وہاں گورنمنٹ کی جاب نہیں کر سکتا، 4۔ ووٹ نہیں ڈال سکتا۔ یہ ساری پابندیاں A-35 کی شق میں لاگو کی گئی تھیں۔ اب ان

مرتب: محمد رفیق چودھری

پابندیوں کے خلاف انتہا پسند ہندوؤں نے وہاں کی سپریم کورٹ میں ایک کیس دائر کیا ہے جس میں انہوں نے موقف اختیار کیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 14 کے مطابق تمام ہندوستانی ایک جیسے ہیں، سب کو ایک جیسی سہولتیں، رعایتیں اور حقوق حاصل ہیں۔ چونکہ A-35 کی شق آئین کی اس بنیادی شق سے ٹکراتی ہے لہٰذا اس کو ختم کیا جائے۔

رضاء الحق: اس میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ عالمی قانون کے مطابق مقبوضہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ لیکن انڈین اس کو اپنا اٹوٹ انگ ثابت کرنے کے لیے ایک نیا بیانیہ سامنے لا رہے ہیں۔ کیونکہ انڈیا کو اندازہ ہے کہ مستقبل میں کسی موقع پر جا کر کشمیر میں استصواب رائے ہو سکتا ہے اس لیے وہ وہاں کا ڈیموگرافک سٹرکچر تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ یعنی انڈیا اسرائیلی ماڈل کو فالو کر رہا ہے۔ کیونکہ اسرائیل ان کو بہت زیادہ ان پُٹ دیتا ہے۔ سپریم کورٹ میں انہوں نے جو کیس دائر کیا ہے اس کے مطابق وہ شق 370 کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور شق A-35 کو وہ کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی اس میں وہ ایسی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں تاکہ ہندوستان کے شہری بھی کشمیر میں مستقل رہائش اختیار کر سکیں اور ووٹ ڈال سکیں تاکہ کل اگر استصواب رائے ہو تو ہندوستان کے لوگ بھی وہاں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس کے لیے بھارت ہندوؤں کو کشمیر میں بسانا چاہتا ہے تاکہ رائے شماری کو اپنے حق میں کر کے کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ کیا جا سکے۔

سوال: کیا یہ انڈیا کا مقبوضہ کشمیر پر اپنا قبضہ مزید مستحکم کرنے کا پلان ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل! اور وہ اس قبضہ کو مستقل کر دینا چاہتا ہے تاکہ دنیا کو یہ باور کرایا جا سکے کہ اب مقبوضہ کشمیر کوئی متنازعہ علاقہ نہیں رہا۔ اس کے لیے وہ چاہتا ہے کہ وہاں کشمیری اقلیت میں ہو جائیں تاکہ اگر استصواب رائے کرانا بھی پڑ جائے تو فیصلہ انڈیا کے حق میں آئے۔ لیکن ایک اور چیز بھی اب مجھے نظر آ رہی ہے کہ انڈیا ہو یا اسرائیل وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انڈیا جانتا ہے کہ اگر ان شقوں کے خلاف کوئی اقدام کیا گیا تو پھر کشمیری بہت زیادہ مشتعل ہوں گے اور ہمیں ان کو ختم کرنے کا موقع مل جائے گا۔

سوال: کیا انڈیا کشمیر میں اسرائیلی طرز کے مظالم سے اپنا مقصد حاصل کر سکے گا؟

ایوب بیگ مرزا: انڈیا کے لیے یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ کیونکہ محصور فلسطینیوں کی اتنی تعداد نہیں ہے جتنی کشمیریوں کی ہے۔ پھر یہ کہ ہندو فوجی نہ تو اتنا ماہر اور بہادر ہے اور نہ ہی اس حوالے سے ان کے اندر کوئی جذبہ ہے

جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے قتل عام کا جذبہ اسرائیلیوں کے مذہبی عقیدہ میں شامل ہے۔

سوال: اس پوری صورت حال کو وہاں کے کشمیری مجاہدین اور مسلمان کیسے کنفرٹ کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک ان کی رائے کا تعلق ہے تو تقریباً نوے فیصد سے زیادہ اس کو کنفرٹ کرنے کے حق میں ہوں گے۔ اگرچہ ہر آدمی اپنی جان، مال، ملازمت اور کاروبار کو داؤ پر لگانے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود کشمیریوں کے دل کی خواہش سب کے سامنے ہے کہ وہ چودہ اگست کو پاکستان کا جشن آزادی بہت جوش وخروش سے مناتے ہیں اور پندرہ اگست کو انڈیا کے یوم آزادی کو یوم سیاہ کے طور پر مناتے ہیں اور اس دن مکمل ہڑتال کرتے ہیں۔ کیا یہ سب عوامی تائید کے بغیر ممکن ہے؟

سوال: پاکستانی حکومت اس بارے میں کیا کر رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں مشرف نے اپنے دور میں کشمیر کے مسئلے کا chapter close کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے پاکستان میں مسئلہ کشمیر کو نجی وملکی اور حکومتی سطح پر بہت کم اٹھایا گیا ہے۔

سوال: شام کے شہر ادلب پر اب بشارالاسد، روس اور ایران حملہ کر رہے ہیں۔ امریکہ نے اس حملے سے منع کیا ہے۔ کیا یہ حملہ شام کی جنگ کا آخری حصہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ بشارالاسد نے باقی شام پر قبضہ کر لیا ہے اور اب صرف ادلب شہر باقی بچا ہے۔ اس شہر کی آبادی تیس لاکھ ہے جس میں دوسرے شہروں کے متاثرہ مہاجرین بھی شامل ہیں اور ان میں زیادہ تعداد سنی مسلمانوں کی ہے۔ روس نے وہاں کھلم کھلا حملہ کر دیا ہے لیکن امریکہ نے جو حملہ نہ کرنے کا کہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں کے خون بہنے کا بہت دکھ ہو رہا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ عنقریب امریکہ بھی وہاں خون کی ہولی کھیلے گا۔ کیونکہ ایک طرف امریکہ کا موقف ایک وقت میں یہ رہا ہے کہ بشارالاسد کو اقتدار سے ہٹانا ہے۔ جبکہ دوسری طرف روس کا موقف ہے کہ بشارالاسد کا اقتدار ہر صورت قائم رہنا چاہیے۔ روس نے جب اس پر بہت اصرار کیا تو امریکہ اپنے موقف سے پسپا ہو گیا۔ لیکن اب امریکہ کی دلچسپی اسی میں ہے کہ وہاں مسلمانوں کی خونریزی جاری رہے اور اس طرح ان کی تعداد میں مسلسل کمی ہوتی رہے۔ کیونکہ یہ اسرائیل کے مفاد میں ہے۔ دوسری طرف اگر بشارالاسد ادلب میں اپنی رٹ کو قائم کر لیتا ہے یعنی سارے شام پر اس کی رٹ قائم ہو جاتی ہے تو وہ ایک بڑی کمزور حکومت ہوگی۔ وہ ایسی حکومت نہیں ہوگی جو گولان کی پہاڑیوں کو حاصل کرنے کا مطالبہ بھی کر سکے۔ ایسی صورت میں اسرائیل کی وِن وِن کی پوزیشن ہے۔

سوال: ادلب کی جنگ میں کتنے گروپس ہیں جو لڑ رہے ہیں؟

> مشرف نے اپنے دور میں کشمیر کے مسئلے کا chapter close کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے پاکستان میں مسئلہ کشمیر کو نجی، ملکی اور حکومتی سطح پر بہت کم اٹھایا گیا ہے۔

رضاء الحق: اس حوالے سے دو مختلف رائے ہیں۔ ایک رائے امریکی، یورپی اور خلیجی میڈیا کی ہے اور دوسری رائے روس، ایران اور شام کے سرکاری میڈیا کی ہے جو کہہ رہا ہے کہ تقریباً گیارہ منتشر گروہ ایسے تھے جو ادلب میں فری سیرین آرمی کے بینر تلے لڑ رہے ہیں اور وہ اب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اگر جنگ شہر سے باہر ہو تو وہاں پر فوجی ہی آپس میں لڑیں گے۔ لیکن جنگ ادلب میں ہو رہی ہے جس میں مختلف شہروں سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ ادلب کے ساتھ ہی Latakia میں روس کا بہت بڑا ملٹری بیس ہے جہاں سے وہ بمباری کرتا ہے۔ بہرحال شام میں انفارمیشن کے حوالے سے کوئی حتمی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ البتہ وہاں چونکہ سنی مسلمان اکثریت میں ہیں اس لیے ان کو زیادہ نشانہ بنایا جا رہا ہے اور پورے علاقے کا فائدہ اسرائیل کو ہو رہا ہے۔

سوال: ایران بہت خلوص کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہے اس کا کیا مفاد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایران اپنی جغرافیائی بالادستی قائم کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ایران، عراق، شام، لبنان یہ ساری شیعہ ریاستیں ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر ایران کچھ نہیں سوچ سکتا۔ اس لیے کہ اگر وہ بڑھتا ہے تو پھر ایسی چیز اسرائیل کے راستے میں رکاوٹ بنے گی اور اسرائیل اسے اپنے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے دے گا۔ ایران کی اسی سوچ کی وجہ سے ہی اسرائیل اور امریکہ اس کی بہت زیادہ مخالفت کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ایران اس حوالے سے بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کو اپنے تحفظ کے لیے اپنے اندر ہی رہنا چاہیے۔

سوال: کیا ایران کو اسرائیل سنی مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا ہے کیونکہ اسرائیل کے اعلان کردہ عزائم کے راستے میں یہ چیز حائل ہوگی۔ البتہ ایران اپنی جگہ پر قائم رہ کر ایک ملک کی حیثیت سے جو کچھ کرتا ہے تو پھر وہ اس کو سپورٹ کریں گے۔ یعنی اسرائیل کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ ایران خطے میں شیعہ بلاک بنا کر کوئی عسکری اقدام کرے البتہ نظریاتی سطح پر اور اپنے حدود میں رہ کر ایران جو بھی کرے اس پر اسرائیل کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

رضاء الحق: عرب ممالک کا ایک عسکری بلاک پہلے سے قائم ہے۔ دوسری طرف اب ایک شیعہ بلاک بھی بن رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیل ان دونوں بلاکوں کو شیعہ سنی تصادم کے لیے آگے لانا چاہتا ہے۔ اس جنگ میں کوئی بھی بلاک کامیاب ہو جائے فائدہ ہر صورت میں اب اسرائیل کو ہی ہوگا۔

سوال: امریکہ کے وزیر خارجہ مائیک پومپیو پاکستان کے دورے پر آئے ہیں۔ اس وقت وہ کون سے احکامات لے کر آئے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: مائیک پومپیو پہلے CIA کے ڈائریکٹر تھے۔ انہیں وزیر خارجہ کے عہدے پر اس لیے لایا گیا ہے کیونکہ وہ پاکستان اور اسلام دشمنی میں بہت سخت گیر ہیں۔ ان کے ساتھ افغانستان میں امریکی فوج کے چیف جوزف ڈنفورڈ اور دوسرے اہم امریکی عہدے دار بھی آئے تھے۔ یعنی امریکہ کا یہ پوری قوت کے ساتھ دورہ ہو رہا ہے۔ اصل میں یہ دورہ پہلے صرف انڈیا اور افغانستان کے لیے پلانڈ تھا لیکن پھر بعد میں انہوں نے اس میں پاکستان کو بھی شامل کیا۔ اس میں احکامات کون سے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈو مور بھی ہوگا اور ترغیب اور لالچ والی پالیسی بڑی شدت سے آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ

چائنہ کے مضبوط ہونے اور روس کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے سے امریکہ کے دشمن مضبوط ہوئے ہیں۔لہٰذا خطے میں اب امریکہ کا دبدبہ نہیں رہا۔ دوسری طرف بھارت بھی امریکہ کی ساری باتیں نہیں مانے گا کیونکہ بعض معاملات میں اس کی امریکہ کے ساتھ کشیدگی چل رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ وہ امریکہ سے ڈر جائے۔ بہرحال امریکہ اپنے مطالبات پاکستان سے منوانے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

رضاء الحق: کسی بھی امریکی وفد کا دورۂ پاکستان تین سنگ میل پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دورہ سے قبل وہ کیا بیان دیتے ہیں، دوسرا پاکستان پہنچ کر وہ کیا بیان دیتے ہیں اور تیسرا انڈیا پہنچ کر وہ کیا بیان دیتے ہیں۔ آنے سے پہلے مائیک پومپیو کے بیانات اس طرح کے ہیں کہ ہم پاکستان کے ساتھ معاملات ری سیٹ کرنا چاہ رہے ہیں۔ پچھلی باتیں بھول جائیں۔ نئے سرے سے تعلقات کا آغاز کریں گے۔ یہ ایک نرم رویہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پاکستان پہنچ کر ان کے مذاکرات کس طرح کے ہوئے۔ دونوں وزرائے خارجہ کا مذاکرات کی کامیابی کے حوالے سے موقف کیسا رہا۔ اس کے بعد انڈیا جا کر امریکی وفد کا پاکستان کے بارے میں رویہ اور موقف کیسا تھا؟ امریکی جنگی کمانڈز میں سب سے وسیع Pacific command ہے جس کی بنیاد 1942ء میں رکھی گئی۔ انڈیا کے ساتھ ان کے معاملات جب اچھے ہوئے تو اس کو انہوں نے انڈو پیسفک کمانڈ کا نام دیا تھا۔ اب انڈیا بھی اس معاملے میں ان کے زیر عتاب ہے۔ یعنی اس کو بھی وہ ڈومور کہہ رہے ہیں کہ چائنہ کے مقابلے میں آپ نے کیا کیا ہے؟ انڈیا روس سے ایس فور ہنڈرڈ ڈیفنس سسٹم لے رہا ہے لیکن امریکہ نے کہا کہ خبردار ان سے نہیں لینا۔ کیونکہ ہمارے ساتھ تمہارے تجارتی معاہدے ہیں۔ اس پر انڈیا کے اندر سے بھی آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ امریکہ سے ہم نے قربت بہت زیادہ کرلی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیں ڈکٹیٹ کر رہا ہے۔ بہرحال افغان طالبان کے معاملے میں ان کے رویے میں تبدیلی آئی ہے اور وہ مذاکرات کرنا چاہ رہے ہیں۔ امریکہ کو پتا ہے کہ یہ ایک ہاری ہوئی جنگ ہے لہٰذا اس معاملے میں وہ پاکستان کو کسی نہ کسی طریقے سے استعمال کرنا چاہ رہے ہیں۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

بقیہ: منبر و محراب

جس کے اندر جہاد بھی ہے۔ جہاد کا آغاز اپنے نفس کے خلاف ہوتا ہے اور اس کے بعد معاشرے میں جو بھی غلط نظریات اور باطل عقائد ہیں ان کے خلاف نہی عن المنکر کے جذبے کے تحت جہاد ہے۔ اسی طرح دعوت کے میدان میں جہاد ہے۔ پھر آخری درجے میں باطل کے ساتھ پنجہ آزمائی کے لیے اپنی جان لے کر میدان جنگ میں آنا، یہ نیکی کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اللہ ان لوگوں سے محبت نہیں کرتا ہے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر غاروں، جنگلوں، پہاڑوں اور کہیں کھوہ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ غار حرا میں جایا کرتے تھے لیکن جب وحی آئی تو اس میں کہا گیا: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳﴾ ''آپ اٹھیے اور (لوگوں کو) خبردار کیجیے اور اپنے رب کو بڑا کرو!'' (المدثر: 2،3)

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کی بڑھائی کو اپنی 23 سالہ محنت شاقہ کے نتیجے میں نافذ کر کے دکھادیا۔ اقبال نے کہا:

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دل گیری

خانقاہی نظام کے برعکس اعلیٰ ترین نیکی قتال فی سبیل اللہ کی طرف جانا ہے۔ جو نیکی کے اس اعلیٰ درجہ کو پا لیتے ہیں وہی سچے اور نیک لوگ ہیں:
﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۱۷۷﴾ ''یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں اور یہی حقیقت میں متقی ہیں۔''

یہاں تقویٰ کی اصل تعریف بھی سامنے آگئی کہ جو لوگ اللہ پر، آخرت پر، رسولوں پر، اللہ کی کتاب پر اور فرشتوں پر ایمان لانے کے بعد نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس کے بعد بھی غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں، سائلین، بے گناہ قیدیوں، نادار مقروضوں پر اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہیں، عہد کی پاسداری کرتے ہیں، اور دعوت وتبلیغ میں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں دوران جہاد صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں وہی اصل میں سچے اور متقی لوگ ہیں۔ یہی تقویٰ کا اصل معیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے اس پورے تصور کو اپنانے اور تقویٰ کے اس اصل معیار کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ، (نزد چوہنگ) لاہور'' میں

30 ستمبر تا 06 اکتوبر 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں:۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

یقین اللہ پر رکھتے ہیں ہم

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نئی حکومت ابتدائی ہلکے پھلکے نزاعی امور، ہیلی کاپٹر، پروٹوکال، سادگی مہم، سموسوں پکوڑوں کی بندش سے نکل کر حد درجے حساس اور متنازع مسئلے میں جا پھنسی۔ ایک جانے پہچانے پاکستانی امریکی قادیانی پروفیسر عاطف میاں کی وزیراعظم کی معاشی مشاورتی کونسل میں بطور مشیر تعیناتی۔ موصوف امریکہ، کینیڈا میں پاکستان مخالف، قادیانی لابی میں مرزا مسرور کے معاون اور سرگرم کارکن ہیں۔ فعال، متحرک کمر بستہ قادیانی جو ختم نبوت بارے آئین پاکستان کی شقوں کا شدید مخالف اور ان کے خاتمے کو ملکی اقتصادی ترقی کے لیے ناگزیر سمجھتا ہے۔ (ایکسپریس ٹریبون انٹرویو: 13 ستمبر 2014ء) پاکستان کے معاشی مسائل کی ذمہ داری جوہری دھماکوں پر ڈالنے والا ماہر معاشیات اور مسئلہ کشمیر کو بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرانے والا!

المیہ یہ ہے کہ اس حد درجے المناک، سوچے سمجھے فیصلے پر ابتداءً چوری اور سینہ زوری کا ایک طومار باندھا گیا۔ بینڈ باجے بجاتے سارے سیکولر پیچھے ہو لیے۔ اقلیتوں کے حقوق کے نام پر سینہ کوبی شروع ہو گئی۔ خلط مبحث کرتے ہوئے پوری قوم کے دینی شعور کو انتہا پسندی کے طعنے دیے گئے۔ ریاست مدینہ بارے حد درجے دینی جہالت پر مبنی جملے بولے گئے۔ اس تعیناتی بارے فواد چودھری نے یہ تک کہا کہ یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے بحیثیت مسلمان! اللہ! اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نمائندگی کرنے کو پہلے قرآن، بنیادی عقائد، تاریخ اسلام، تاریخ پاکستان اور ختم نبوت ﷺ شان رسالت بارے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہی کر دیا جاتا۔ یہ شاخسانہ ہے دین ناشناسی، ناخواندگی کا! سب سے بڑا جواز پاکستان کو معاشی مسائل سے نکالنے اور میرٹ کا پیش کیا جا رہا تھا۔ یہ جان لیجیے کہ شاندار سے شاندار میرٹ ختم نبوت ﷺ کے عقیدے میں اٹک کر صفر ہو جاتا ہے۔ قوم نے، حتیٰ کہ خود تحریک انصاف کے کارکنوں تک نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جمائما خان نے قوم کے شدید دباؤ پر عاطف میاں کی تعیناتی کی منسوخی پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ اس کا اصل میرٹ قادیانی ہونا (اسلامی پاکستان کی جڑیں کاٹنا) تھا۔ اصلاً قادیانیت ایک عالمی ایجنڈے کا اہم جزو ہے۔ سو ان کا دکھ بجا ہے! جمائما نے سر ظفر اللہ کے وزیر خارجہ ہونے کا حوالہ دیا۔ قادیانی ظفر اللہ نے در پردہ پاکستان کو جو چرکے لگائے وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ بحیثیت ممبر باؤنڈری کمیشن، کشمیر کو پاکستان سے کاٹ کر بھارت کو راستہ دینے میں اس کا کردار ہر کوئی جانتا ہے۔ اپنے منصب کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان کے سفارتخانوں میں قادیانی مراکز بنا ڈالے۔ جرمنی، قادیانی گڑھ یونہی تو نہیں بن گیا۔ یہ سر ظفر اللہ کے اہتمام کا نتیجہ ہے۔ یہاں سے فراغت پر عالمی عدالت برائے انصاف کے جج بن گئے! قادیانی، پاکستان میں مناصب پر فرائض ادا کرنے کے بعد اسی طرح مغرب میں ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے رہے۔

رہی معاشی مسیحائی کی بات، تو ایم ایم احمد کے کارہائے نمایاں بھی تازہ کر لیجیے۔ عاطف میاں تو مسلمان سے خود MIT دوران تعلیم مرتد، قادیانی بنا (جو سنگین تر ہے۔) ایم ایم احمد مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا تھا۔ ایوب خان دور میں پاکستان کا مضبوط ترین اور با اختیار ترین بیوروکریٹ۔ ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن، سیکرٹری فنانس، سیکرٹری کامرس، صدارتی مشیر، وزیر رہا۔ اس کی معاشی مہارت کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہوا۔ حتیٰ کہ ایئر مارشل نور خان، گورنر مغربی پاکستان نے بھی ایم ایم احمد کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ ایوب خان کو فرانس سے (قبل از 1968ء NPT) بروقت ری پروسسنگ پلانٹ کے حصول سے روکنے، بھارت کے برعکس ہمیں ایٹمی قوت سے ہمیشہ کے لیے محروم رکھنے کی سازش کے پیچھے بھی یہی قادیانی ہاتھ تھا...... بعد ازاں کی مشکلات، بھاری مالی بوجھ برداشت کرنا پڑا۔ ڈاکٹر عبدالسلام (نوبل پرائز قادیانی) و دیگر قادیانی لابی بھی اس گناہ میں برابر کی شریک رہی۔ عاطف میاں امریکی شہری ہے۔ ایم ایم احمد بھی پاکستان سے عہدہ برآ ہو کر آئی ایم ایف، ورلڈ بینک کے اعلیٰ عہدوں پر تعینات رہ کر وہیں انتقال فرما گئے تھے۔ پہنچی وہیں پہ خاک......! پاکستان کا معاشی مسئلہ ایم ایم احمد نے یوں حل کیا کہ بچے کم خوشحال گھرانہ کے مصداق پاکستان آدھا کر دیا۔ معیشت پر سے اضافی بوجھ ختم ہو گیا۔

تحریک انصاف اور اس فیصلے کو تھوپنے والوں کو سبق ہو جانا چاہیے۔ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنا آسان نہیں۔ آتے ہی انگاروں میں ہاتھ ڈال دینے کی جسارت کی؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ عالمی ایجنڈا ہے جو دیدہ دلیرانہ بڑھانے کو کوشش کی گئی۔ یہ مشرف کا ادھورا ایجنڈا ہے۔ نہ میرٹ، نہ معاشی ترقی۔ ختم نبوت، ناموس رسالت قوانین کا خاتمہ مقصود ہے۔ قوم سے ایمان، حیا، غیرت ختم کرنے کو نائن الیون تا ایں دم، کیا کیا پاپڑ نہ بیلے گئے۔ سیکولرازم گھونٹ گھونٹ پلانے کو تعلیم، ذرائع ابلاغ، اخلاقی تباہی و بربادی کے بے شمار سامان ہوئے۔ لیکن ناموس رسالت، ختم نبوت آج بھی پاکستان کی شہ رگ ہے۔ خطرہ 22 ہزار وولٹ ہے۔ اس کے قریب آنے کی جرأت کوئی نہ کرے!

انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں عاطف میاں کی حقیقت چھپانا ناممکن تھا۔ سامنے ہی تو وہ قادیانی سالانہ جلسے میں مرزا مسرور کے پہلو بہ پہلو سر پر مخصوص ٹوپی جمائے خطاب فرما رہے تھے۔ محتاط رہیے! ایسی ہی ٹوپی پہنے گستاخ قرآن سلمان احمد (مارچ 2013ء یوٹیوب، BBC ورلڈ) عمران خان کے ساتھ بار بار دیکھا جاتا ہے۔ جسے آپ لائق فائق اکیڈمک بنا کر پیش کر رہے تھے، وہ Epidemic (متعدی، وبائی بلا) نکلا۔ قوم کا ایمان اس امتحان میں سرخرو ہوا۔ آئندہ ایسی کسی حماقت سے بچنے کے لیے جسٹس شوکت صدیقی کے اس ضمن میں فیصلے کو روبہ عمل لانا ضروری ہے۔ جھوٹے حلف ناموں کے پردے میں اعلیٰ عہدوں پر بہت سے قادیانی براجمان ہیں۔ ان کے مطابق، ریٹائرمنٹ کے بعد حقیقت حال کھلتی اور ان کے حقیقی چہروں کی رونمائی ہوتی ہے۔ سو احتیاط لازم ہے سماجی بحرانوں، حادثوں سے بچنے کے لیے۔

فتنۂ دجال کی چاپ بلند آہنگ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ قادیانیت، یہودیت کے پہلو بہ پہلو ہے۔ امریکہ فلسطینیوں کو فلسطینی ریاست کا خواب دکھاتا رہا۔ ٹرمپ نے پے در پے اقدامات سے اسے سراب ثابت کر دکھایا۔ اسرائیل کی محبت میں اگلا قدم دیکھیے۔ 50 لاکھ فلسطینی مہاجروں کی زمینوں پر قبضہ کر کے انہیں غزہ، مغربی کنارا، شام، اردن، لبنان میں بکھیر پھینک دینے کے بعد 70 سال سے UNRWA کے ذریعے مدد فراہم کی جا رہی

تھی۔ اقوام متحدہ کی یہ ریلیف ایجنسی ان کی تعلیم، طبی امداد اور خوراک کے لیے امداد فراہم کر رہی تھی۔ 5 لاکھ 26 ہزار بچوں کی تعلیم، 35 لاکھ مریض اور 17 لاکھ خوراک کی مد میں ضرورت مند مستفید ہو رہے تھے۔ ٹرمپ نے یہ فنڈنگ روکنے کا اعلان کیا ہے۔ ملالہ یوسف زئی کے نام پر تعلیم کی آڑ میں طوفان کھڑے کرنے، پروپیگنڈا جنگ اور نوبل انعام دینے والا مغرب، لاکھوں بچوں کی تعلیم ختم کرنے چلا ہے؟ (نوبل انعام کے پس پردہ عوامل کا پول بھی کھل جاتا ہے!)

امریکہ اسرائیل، فلسطینیوں کو حتی المقدور صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کے درپے رہے۔ 70 سالہ تاریخ گواہ ہے۔ اب اگلا قدم انہیں کاغذوں، ریکارڈوں سے مٹا دینے کا ہے۔ برسرزمین انتظام میں فلسطینی اسرائیل کے مقبوضہ علاقوں سے کلیتاً بے دخل کر کے غزہ، صحرائے سینا میں محصور کر کے بہت بڑا فلسطینی جھنڈا گاڑ کر اسے ریاست فلسطین قرار دینے کے ارادے میں ہے۔ مشرق وسطیٰ کے مسلمان ممالک کو کشنر کے دوروں، مراعاتی وعدوں نے رام کر لیا ہے۔ گریٹر اسرائیل کی طرف پیش قدمی بانگ دہل جاری ہے۔ اس کا اہم ترین حصہ مسجد اقصیٰ کو اب یہودیوں کے مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لیے کھول دینے کا عزم ہے۔ اس کا اظہار اسرائیلی سپریم کورٹ میں ہو چکا۔ غزہ اور مغربی کنارے کے فلسطینیوں کے لیے امداد کی بندش کی دھمکی، بلیک میلنگ مزید ہے۔ شام لٹ پٹ چکا۔ ترکی شدید دباؤ تلے اپنے مسائل میں الجھا دیا گیا۔ پاکستان کے نظریاتی تشخص پر حملے جاری ہیں۔ پومپیو 40 منٹ کی ملاقات میں دھمکا کر بھارت اپنی بارات لیے دو دن کے لیے جا بیٹھے۔ (نام کے اعتبار سے پومپیو، اٹلی کے) قدیم رومی (شہر پومپیائی کی یاد دلاتے ہیں، جو آتش فشاں کے لاوے تلے دب گیا تھا۔) افغانستان چھچھوندر بنا امریکہ کے گلے میں پھنسا ہے۔ ہم پر امریکی غصے کا لاوا ابل ابل پڑ رہا ہے کہ یہ جنگ ہم جیت کر اس کی جھولی میں ڈالیں۔ روس 1989ء میں جہاں کھڑا تھا آج امریکہ کھربوں ڈالر جھونک کر نامراد اسی مقام پر کھڑا ہے!

پاکستان کو بھی اس امریکی جنگ نے ادھ موا کر دیا۔ پاکستان کی بقا ایمان اور اسلام میں ہے۔ اللہ پر عزم آزاد مسلم مملکت کے شایان شان فیصلوں کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) سیکولرازم کے فریب سے نکل آئیے!

کس لیے بندوں کی آخر بندگی
جب یقین اللہ پر رکھتے ہیں ہم

محرم الحرام اور عاشورہ کا روزہ

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے یعنی محرم سے ہجری سال کا آغاز اور ذوالحجہ پر ہجری سال کا اختتام ہوتا ہے۔ نیز محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیے ہیں۔ اس ماہ کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یوں تو سارے ہی دن اور مہینے اللہ تعالیٰ کے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس مہینے کا روزہ رمضان المبارک کے بعد سب سے افضل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ تعالیٰ کے مہینہ محرم کا روزہ ہے۔'' (ترمذی)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے ماہ محرم الحرام کے روزے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک صاحب نے آ کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! رمضان کے مہینہ کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر رمضان کے مہینہ کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لیے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔ (ترمذی)

جس قوم کی توبہ قبول ہوئی وہ قوم بنی اسرائیل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی تھی۔

عاشورہ کا روزہ:

محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں دسواں دن۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور برکت کا حامل ہے۔ اس دن میں حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھا تھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ پہلے تو یہ روزہ واجب تھا پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو مسلمانوں کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہیں یہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں البتہ اس کی فضیلت بیان کر دی گئی کہ جو روزہ رکھے گا۔ اس کے سال گزشتہ کے چھوٹے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ پہلے یہ روزہ ایک دن رکھا جاتا تھا لیکن یہودیوں کی مخالفت کے لئے آخر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ان شاء اللہ نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا لیکن اس خواہش پر عمل کرنے سے قبل ہی آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

عاشورہ کے روزہ سے متعلق احادیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور عاشورہ کے دن بیت اللہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔ جب رمضان فرض ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ بھی اس وقت یہ روزہ رکھتے تھے۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں بھی روزہ رکھا اور اس روزہ کا بھی حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوا تو عاشورہ (کے روزے کا حکم) چھوڑ دیا گیا، جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح بخاری)

حضرت رُبیع بنت مُعوِذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کی صبح انصار کے گاؤں میں اعلان کروایا کہ جس نے صبح کو کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن پورا کرے (یعنی رکا رہے) اور جس نے ابھی تک کھایا پیا نہیں

ہے وہ روزہ رکھے۔ فرماتی ہیں کہ وہ بھی یہ روزہ رکھتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں اور ان کے لیے اون کا کھلونا بناتی تھیں۔ جب کوئی بچہ کھانے لیے روتا تو یہ کھلونا اس کو دے دیتیں یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے کہا یہ اچھا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غلبہ اور کامیابی عطا فرمائی، ہم اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں، پھر آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ یہودی عاشورہ کی تعظیم کر رہے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں، اس کو عید بنا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہم اس روزہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری ج1ص 562،268)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو کسی دن کے روزہ کا اہتمام اور قصد کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے عاشورہ کا روزہ اور رمضان کے مہینے کا۔ (بخاری) یعنی ان روزوں کا آپ ﷺ بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لائے تو حضور اکرم ﷺ کے منبر پر عاشورہ کے دن (کھڑے ہوکر) فرمایا: اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء، میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا ہے، میں روزے سے ہوں، جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے روزہ نہ رکھے۔" (صحیح بخاری)

عاشورہ کے روزہ کا ثواب:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن کا روزہ رکھے گا تو اس کے پچھلے ایک سال کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔" (صحیح مسلم)

اس احادیث میں گناہ سے صغائر گناہ مراد ہے، کبائر گناہ کے لئے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

عاشورہ کے روزہ رکھنے کا طریقہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال زندہ رہا تو ان شاء اللہ نویں کو (بھی) روزہ رکھوں گا لیکن آئندہ سال آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد۔ (مسند احمد) یہ حدیث بعض نسخوں میں او کی جگہ پر واو کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اگر واو (یعنی اور) کے ساتھ روایت ثابت مان لی جائے تو پھر تین روزہ رکھنا ثابت ہوگا۔ اس طرح عاشورہ کے روزے رکھنے کی 4 شکلیں بنتی ہیں: 9، 10 اور 11 تینوں دن روزے رکھ لیں۔ 9 اور 10 دو دن روزہ رکھ لیں۔ 10 اور 11 دو دن روزہ رکھ لیں۔ اگر کسی وجہ سے 2 روزے نہیں رکھ سکتے تو صرف ایک روزہ عاشورہ کے دن رکھ لیں۔

خلاصۂ کلام:

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جب بھی عاشورہ کا دن آتا، آپ ﷺ روزہ رکھتے لیکن وفات سے پہلے جو عاشورہ کا دن آیا تو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ 10 محرم کو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں اور یہودی بھی روزہ رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کے ساتھ ہلکی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو صرف عاشورہ کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور روزہ 9 یا 11 محرم الحرام کو رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔ لیکن اگلے سال عاشورہ کا دن آنے سے پہلے ہی حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ کو اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں، صحابۂ کرام نے عاشورہ کے روزہ کے ساتھ 9 یا 11 محرم الحرام کا ایک روزہ ملا کر رکھنے کا اہتمام فرمایا، اور اسی کو مستحب قرار دیا اور صرف عاشورہ کا روزہ رکھنا خلافِ اولیٰ قرار دیا۔ یعنی اگر کوئی شخص صرف عاشورہ کا روزہ رکھ لے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا بلکہ اس کو عاشورہ کا ثواب ملے گا لیکن چونکہ آپ ﷺ کی خواہش 2 روزے رکھنے کی تھی اس لیے اس خواہش کے تکمیل میں بہتر یہی ہے کہ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

وضاحت:

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے تقریباً 50 سال بعد 61 ہجری میں نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس دن کی اہمیت ہوئی ہے حالانکہ اس دن کی فضیلت واہمیت نبی اکرم ﷺ کے اقوال وعمل کی روشنی میں پہلے ہی سے ثابت ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وعمل کی روشنی میں ذکر کیا گیا، ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت دن کا انتخاب کیا جس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی کی مزید اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی عمر 22 سال، تعلیم ایم اے فزیکل ایجوکیشن کے لیے لاہور، گوجرانوالہ کے قرب و جوار کے رہائشی دینی مزاج کے حامل لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0345-6352889

☆ شیخوپورہ شہر کے رہائشی، آرائیں خاندان کی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم ایس باٹنی کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0332-8162584

☆ حیدر آباد میں رہائش پذیر، دینی مزاج رکھنے والی سیّد فیملی کی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے، امورخانہ داری میں ماہر، قد "5'.5 کے لیے دینی مزاج رکھنے والے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0346-3920827

☆ بہاولنگر میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی، حافظ قرآن، ذاتی کاروبار، عمر 25 سال کے لیے شریف و مذہبی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0301-4598184

اسلامی تحریکیں: سیاسی شناخت کا بحران

طاہرہ فردوس

محترمہ طاہرہ فردوس کی یہ تحریر اسلامی تحریکوں کے حوالے سے مجموعی طور پر ایک اچھا تجزیہ ہے، تاہم مضمون کے مندرجات سے ادارے کا پورے طور متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

عرب دنیا میں 2011ء کے بعد سیاسی تبدیلیوں نے خطے میں اسلام پسندوں کی سیاست اور اُن کے بیانیے کے خدوخال تشکیل دینے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان تبدیلیوں نے حکمتِ عملی اور سیاسی بیانیے کے میدان میں دور دراز کی اسلامی تحریکوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ درحقیقت یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ بہت سے ممالک میں اسلامی تحریکیں بحران کا شکار ہیں۔ یہ عوامی حمایت کی کمی کا بحران نہیں، نہ ہی اہمیت ختم ہونے کا بحران ہے۔ بیشتر اسلامی تحریکیں بڑی حد تک حمایت برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے ممالک کے مستقبل کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کے برعکس یہ سیاسی شناخت کا بحران ہے۔ اس بحران نے اپنے ہی بیانیے پر گرفت رکھنے کی اسلام پسند گروہوں کی اہلیت کو بے انتہا نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام پسندوں کا یہ احساس درست ہے کہ وہ اپنے بیانیے پر گرفت کھو رہے ہیں۔ وہ کون ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے، یہ واضح نہیں۔ اور اس کا سب سے زیادہ نقصان خود انہیں ہوا ہے۔ مرکزی اسلامی تحریک اس وقت شناخت کے بحران میں ہے اور اس کے تباہ کن اثرات اسلام پسند تحریکوں کی اپنی بنیادی سیاسی حمایت کو متحرک کرنے کی اہلیت پر پڑے ہیں۔ اسلام پسند بیانیے بڑی حد تک ارتجاعی بن چکے ہیں اور یہ تحریکوں کے اپنے اندر اس بات پر گہرے اختلافات کا مظہر ہیں کہ سیاسی فعالیت دوبارہ کیسے حاصل کی جائے؟ گزشتہ پانچ برسوں میں کئی اہم وجوہات نے شناخت کے اس بحران کو مہمیز دی۔

2011-12ء میں عرب دنیا کے کئی ممالک میں ظاہری سیاسی آزادی نے مصر، تیونس، یمن، بحرین، مراکش اور لیبیا جیسی جگہوں پر اسلامی بیانیہ تبدیل کرنے میں مدد دی۔ ان ممالک میں اسلامی تحریک، حزبِ اختلاف کی ایک اصلاح پسند تحریک کی بجائے حکومت میں کردار رکھنے والی ایک ممکنہ طاقتور سیاسی جماعت بن کر سامنے آئی۔ اس عمل کے دوران اسلامی تحریکیں اپنے آپ کو تنظیمی اور نظریاتی، دونوں لحاظ سے دوبارہ بیان کرنے کے تکلیف دہ عمل سے گزریں۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ سیاست کے نئے اصولوں کے اندر رہ کر کھیلا جاسکے اور بااثر انداز میں حکومت کرنے کے لیے ایک جگہ حاصل کی جائے۔ بعدازاں ان سیاسی آزادیوں کی بڑے پیمانے پر بندش نے اسلامی تحریکوں کو مجبور کیا کہ وہ از سرِ نو جائزہ لیں۔ وہ اس بات پر غور کریں کہ آیا جو تنظیمی اور نظریاتی تبدیلیاں کی گئیں، وہ حالات کے لحاظ سے مناسب تھیں یا نہیں۔ اس جائزے کے نتیجے میں تحریکوں کے اندر ریاست کے ساتھ سیاسی برتاؤ کے معاملے پر اختلافات ہو گئے۔ شام، لیبیا اور یمن کی خانہ جنگیوں نے بھی تشدد پسند جہادی سیاسی قیادت کے لیے مضبوط مواقع فراہم کیے، جس نے اسلام پسند سیاسی گروہوں کے بیانیوں کو چیلنج کیا اور عمل پذیر سیاسی تبدیلیوں کو مزید بے اعتبار کر دیا۔ آخر کار ان خانہ جنگیوں میں نظریاتی طور پر ملوث مصنوعی سازشی جنگجوؤں کے ذریعے سُنّی خلیجی ریاستوں اور ایران کے درمیان علاقائی مخاصمت ایک کھلے تصادم میں بدل گئی، جس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ تقسیم میں شدت آ گئی۔ اس کے بعد سب کو ساتھ ملا کر چلنے والے اسلامی بیانیوں پر قابو نہ رکھا جاسکا اور تنگ نظری پر مشتمل قریبی دشمن والے بیانیے غالب آ گئے۔

میرا موقف یہ ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں حالیہ سیاسی پیش رفت سے جنم لینے والے چار عوامل کے ملاپ نے دنیا بھر میں بیشتر اسلامی تحریکوں کے اندرونی اور عوامی دونوں قسم کے بیانیوں کو زبردست زک پہنچائی ہے۔ اور اسلامی سیاسی تحریکوں کے کمزور پڑنے اور بکھرنے کے عمل کو تیز تر کر دیا ہے۔ خاص طور پر وہ چار عوامل یہ ہیں: (1) دوبارہ ابھرتا ہوا استبدادی نظام، (2) پُر تشدد اور ڈرامائی جہاد (Theatrical Jihadism) کا جارحانہ پھیلاؤ، (3) ریاست کے زیرِ نگرانی فرقہ وارانہ مداخلتیں، (4) اسلامی تحریکوں کے اندر تنظیمی بحران۔

بیانیے پر گرفت کھو دینے کے نتائج بہت اہم ہیں کیونکہ واضح پیغام کا فقدان اسلامی سیاسی کرداروں کے درمیان ٹوٹ پھوٹ کو فروغ دیتا اور انتہا پسند نظریاتی بیانیوں کو اُبھارتا ہے۔ یہ چیز پھر اُن ممالک کے لیے، جہاں اسلامی تحریکوں کو عوامی حمایت حاصل ہے، مقامی سیاست اور سلامتی کے لیے دور رَس چیلنجز پیدا کرتی ہیں۔ ذیل میں اسلامی تحریکوں کے بیانیوں کو درپیش ان چاروں چیلنجوں کا باری باری جائزہ لیا گیا ہے۔

دوبارہ ابھرتا ہوا استبدادی نظام

وہ ممالک جہاں نئی سیاسی آزادیاں متوقع تھیں یا حاصل ہوگئی تھیں، لیکن بعد ازاں واپس ہوگئیں، وہاں اِسلامی تحریکوں نے تیزی سے اور بار بار اپنے سیاسی بیانیوں کو تبدیل کیا۔ بیانیے کی تبدیلی کا سب سے عام نمونہ حکومت یا نظام کی نااہلی، بدعنوانی، اور طبقاتی کشمکش پر تنقید کے غالب بیانیے کو چھوڑ کر ایک تعمیری بیانیے کی تشکیل کا تھا، جو بتاتا تھا کہ بہتری کس طرح آسکتی ہے اور تحریک یہ بہتری کس طرح لائے گی۔ تاہم جب سیاسی حالات یا صلاحیت کی کمی نے تحریک کو مجبور کر دیا کہ وہ عوام سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی اہلیت نہ رکھنے کو تسلیم کر لیں تو اس نئے تعمیری بیانیے نے بھی اپنی ساکھ کھو دی۔ اس کی وجہ سے لڑائی یا فرار کے ردِعمل نے جنم لیا، جس نے بعدازاں دوبارہ ابھرتے ہوئے استبدادی نظام کے مقابل اسلام پسند بیانیوں پر گہرا اثر ڈالا۔ متاثرہ تحریک کا بیانیہ یا تو حکومتی کرداروں کا اور زیادہ ناقد بن گیا یا پھر اپنی روش میں زیادہ عملیت پسند اور کم نظریاتی ہو گیا۔

مصر میں اخوان المسلمون کا بیانیہ دو انتہاؤں کے درمیان تیزی سے جُھولتا رہا۔ کیونکہ ایک طرف اسے بڑی سیاسی کامیابی ملی اور دوسری طرف سیاسی نظام سے اس کی بے دخلی بھی شدید تھی۔ چنانچہ وہ لڑائی کے ردِعمل کی نمایاں مثال بن گئی اور حکومت پر مسلسل اور کڑی تنقید کرتی رہی۔ بنگلہ دیش کی جماعتِ اسلامی نے بھی اسی طرح بیانیے کو تبدیل کیا۔ حکومت کی طرف سے جماعت پر بڑھتے ہوئے جبر اور نمایاں راہنماؤں کی گرفتاریوں اور پھانسیوں کے بعد جماعت کا بیانیہ تبدیل ہو گیا۔ حکومت میں حصہ داری اور مرکزی سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کے بیانیے کی جگہ سیاسی نظام پر کڑی تنقید نے لے لی۔

دوسری جانب نسبتاً زیادہ عملیت پسند اور کم نظریاتی بیانیے کی طرف تبدیلی کی بہترین مثال تیونس کی النہضہ ہے۔اس کا بیانیہ حکومت پر تنقید سے تبدیل ہو کر تعمیری سوچ میں بدلا اور پھر جب اس کے سیاسی مواقع دھندلا گئے تو اس نے سیاسی عملیت پسندی کو اپنایا۔اردن کی جبهۃ العمل الاسلامی نے بھی حالیہ سالوں میں کم وبیش یہی روش اپنائی۔ پڑوس یعنی شام میں جاری جنگ کے تناظر میں حکومت پر تنقید اور تعمیری بیانیہ تبدیل ہو کر سیاسی عملیت پسندی کی شکل اختیار کر گیا۔ بیانیوں کے تیزی سے تبدیل ہونے کی ایک وجہ سیاسی نظام میں نئی اسٹریٹجک حیثیت اختیار کرنے کی ضرورت پر تحریکوں کے اندر تقسیم بھی ہے۔ ان سمتوں سے قطع نظر جوان بیانیوں نے اختیار کی ہیں، دوبارہ ابھرتے ہوئے استبدادی نظام اور اس کے نتیجے میں بیانیے میں عدم استحکام نے اسلامی تحریکوں کے عوامی تاثر کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔اس کی وجہ سے ان تحریکوں کے اپنے حلقوں کے اندر اس بارے میں الجھن پیدا ہوئی ہے کہ ان تحریکوں کا اصل مشن کیا ہے؟

پُرتشدد جہادازم

اگرچہ پُرتشدد جہادازم کی عوام کی نظر میں اہمیت ہمیشہ سے اسلامی تحریکوں کے سیاسی موقف کے لیے خطرہ رہی ہے۔تاہم 2013ء کے بعد سے دنیا بھر میں جہادی سرگرمی میں ہونے والی پیش رفت نے اسلامی تحریکوں کے لیے اپنے بیانیوں پر قائم رہنا بہت زیادہ مشکل بنا دیا ہے۔داعش کی طرف سے زمینوں پر قبضے اور خلافت کے قیام کے اعلان کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر لوگوں کو بھرتی کرنے کی زبردست کوششوں اور تشدد کی تھیٹری (Theatrical) مارکیٹنگ نے مرکزی اسلام پسند تحریکوں کو ایسی دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں کی گئی۔القاعدہ، بوکوحرام اور الشباب کی طرف سے تشدد کے مماثل مظاہروں نے میڈیا اسپیس کو پُرتشدد اسلام پسند پیغامات سے بھر دیا ہے۔

استبدادی حکومتیں اور سیاسی مخالفین عسکریت پسند مذہبی گروہوں کی جانب سے پیش کیے گئے تشدد کے جواز کو سامنے رکھ کر پُرامن اسلام پسند گروہوں کو بدنام کرنے پر کمربستہ رہتے ہیں۔چنانچہ یہ تحاریکِ اسلامی مجبور ہو جاتی ہیں کہ اپنے بیانیے کا کافی حصہ اپنے نظریہ کو عسکری گروہوں کے نظریے سے ممتاز کرنے پر صَرف کریں اور سیاسی اغراض کے لیے پھیلائی گئی غلط معلومات کا توڑ کریں۔اس کے دو بنیادی اثرات جنھوں نے مرکزی اسلام پسندوں کی اپنے بیانیے کو قابو میں رکھنے کی اہلیت کو کمزور کیا یہ ہیں۔ پہلا یہ کہ پُرتشدد حملوں کی مذمت کرنے میں بیانیے کی جو توانائی خرچ ہوتی ہے، وہ اپنا اصل پیغام مرتب کرنے اور عوام کی نگاہ میں مثبت تاثر قائم کرنے کی کوشش سے توجہ ہٹا دیتی ہے۔مثال کے طور پر 2015ء میں النہضہ کے عوامی ابلاغ کا بڑا حصہ تیونس اور بیرونِ ملک، دونوں میں پُرتشدد اسلام پسند حملوں کی مذمت پر مشتمل تھا، نہ کہ اپنے نظریاتی اثاثے کے بیان پر۔یہی کہانی سینا میں ہونے والے جہادی حملوں کے تناظر میں مصر کی اخوان المسلمون کی ہے۔دوسرا یہ کہ پُرتشدد اسلام پسندوں کے مقابلے میں اپنے بیانیے پر گرفت رکھنے کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے تحاریکِ اسلامی خود بخود اسلام پسندوں کی ایک فرضی قسم اختیار کر گئے ہیں۔(یعنی تشدد پسند اور غیر تشدد پسند، دونوں کو اسلام پسند گردان کر ایک ہی شمار کیا گیا)۔دوسرے ممکنہ نام اُن کے لیے نہیں استعمال کیے گئے جیسے مخالف سیاسی جماعتیں، غیر متشدد سرگرم کارکن وغیرہ۔اس فرضی قسم کو مفاد پرست حکومتوں نے تقویت دی جو اکثر اوقات تشدد پسند اور غیر تشدد پسند اسلام پسندوں کے بارے میں ایک ہی سانس میں بات کرنا پسند کرتے ہیں۔

فرقہ وارانہ موڑ

شام کی خانہ جنگی نے جو 2011ء میں شروع ہوئی، پُرتشدد جہادازم کو ایندھن فراہم کرنے کے علاوہ اسلام پسندوں کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ یہ جنگ، عرب دنیا میں نظریاتی مفادات کی ایک وسیع پراکسی جنگ میں بدل گئی ہے۔جس نے سُنی اور شیعہ اسلام پسندوں کے بیانیوں کے درمیان تصادم کو بڑھا دیا ہے۔سُنی اسلام پسندوں کو عرب خلیجی ریاستوں کی طرف سے اور شیعوں کو ایران کی جانب سے سیاسی اور معاشی غذا فراہم کی جاتی ہے۔اگرچہ سیاسی اسلام کے بارے میں سُنی اور شیعہ تصورات کے درمیان موجود حقیقی خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے، لیکن مشرقِ وسطیٰ کے موجودہ متنازع ماحول میں یہ خلیج مسلسل بڑھ رہی ہے۔اس میں مذہبی دلائل سے زیادہ سیاسی دلائل کا ہاتھ ہے، مگر مشرقِ وسطیٰ میں سُنی، شیعہ تصادم کے سیاسی جواز نے اسلام پسند گروہوں کے بہت سے نظریاتی دلائل کو متاثر کیا ہے۔

لبنان اور عراق میں شیعہ اسلام پسند گروہوں نے میدانِ جنگ میں عراق اور شام کے سُنی گروہوں کے خلاف جنگ لڑی ہے اور داعش کا نظریہ قطعی شیعہ مخالف ہے۔سعودی حکومت کے خیال میں مقامی طور پر اس کا سب سے بڑا چیلنج بغاوت پر آمادہ شیعہ اقلیت ہے۔اُس نے اِس اقلیت کے خلاف اپنی مہم کو سرکردہ شیعہ راہنما کو اپنی سرزمین پر پھانسی دینے کے درجہ تک پہنچا دیا ہے، جس کے جواب میں بین الاقوامی شیعہ ردِعمل بھی سامنے آیا ہے۔بحرین میں سُنی بادشاہت نے شیعہ اسلام پسند تحریک الوفاق کے احتجاج کو سنی دنیا کے لیے ایران کی طرف سے کھڑے کیے گئے جغرافیائی سیاسی چیلنج کے طور پر پیش کیا ہے اور یمنی حکومت نے بھی اپنے ملک میں زیدی حوثی بغاوت کے خلاف لڑائی کو اسی انداز میں پیش کیا ہے۔ پراکسی قوتوں پر اثر ورسوخ قائم رکھ کر سعودی، ایران سرد جنگ نے شام اور یمن کی ریاستوں کی تباہی میں براہِ راست کردار ادا کیا ہے۔یہ دونوں ناکام ریاستیں اسلامی عسکریت پسندی کا گڑھ رہی ہیں، جس کا اب بڑا حصہ انتہائی فرقہ وارانہ ہے۔اس کے ساتھ ساتھ لبنان میں عوامی اور سیاسی تصادم بھی جزوی طور پر فرقہ وارانہ سیاسی پسندیدگیوں کا شاخسانہ ہے۔اور فرقہ واریت پاکستانی سیاست کو بھی جکڑے ہوئے ہے جس کے نتیجے میں اکثر عام لوگ ہی مرتے ہیں۔

اگرچہ فرقہ واریت کا زیادہ تر اظہار اسلام پسند عسکریت پسندی کے ذریعے ہوتا ہے، لیکن یہ غیر متشدد اسلام پسند تحریکوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔خاص طور پر ان ممالک میں جو مذہبی طور پر تقسیم ہیں۔جیسے عراق، بحرین اور یمن۔عراق میں جماعتی سیاست سُنی سیاسی جماعتوں کو کنارے لگانے کی پالیسی کے اثرات سے ابھی تک پوری طرح نہیں نکل پائی، جہاں کمزور سیاسی شمولیت ریاست کی تباہی کا ایک بنیادی محرک ہے۔اسی کا عکس بحرین میں بھی دیکھا جا سکتا ہے جہاں بادشاہت شیعوں کی بڑی آبادی کو سیاسی نظام میں شامل کرنے میں ناکام ہوئی اور اسی کی وجہ سے سیاسی نظام مفلوج ہوا۔یمن میں سنی الاصلاح پارٹی، جو سیاسی تبدیلی کے موقع پر ایک نمایاں حیثیت حاصل کرنے جا رہی تھی، زیدی سیاسی مخالفین کے ساتھ ایک فرقہ وارانہ مقابلے میں پھنس گئی۔اس نے یمن کی سیاسی تباہی کو آسان کر دیا۔مفاد پرستانہ فرقہ واریت، جو اَب بہت سی اسلام پسند جماعتوں میں نمایاں ہے، وسیع تر آبادی میں ان کی ساکھ کو نقصان پہنچاتی ہے، انہیں سیاسی تبدیلی کے تعمیری بیانیے کی تشکیل سے روکتی ہے اور اپنی ہی صفوں میں عسکریت پسندی کے خطرے کو بڑھاتی ہے۔

اندرونی خطرات

ان تین بیرونی عوامل کے اثرات نے، جو اوپر

زیر بحث آئے ہیں، اسلامی تحریکوں کے بیانیوں کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔لیکن اسلامی تحریکوں کے اپنے اندر قیادت کی ناکامی بھی موجود ہے جو اندرونی تقسیم کو اُبھارتی ہے۔ کامیاب اسلامی تحریکیں، جیسے مصر کی اخوان المسلمون، پاکستان کی جماعتِ اسلامی یا الجیریا کی الجبھۃ الاسلامیہ الانقاذ، ان کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ ایک چھتری نما تحریک قائم کرنے میں کامیاب رہیں جس میں ایک متاثر کن مگر عمومی سیاسی بیانیے کے اندر رہتے ہوئے بہت سے نقطہ ہائے نظر اور سیاسی مفادات سما سکتے ہیں۔البتہ دباؤ میں ان چھتری نما تحریکوں میں نظریاتی اور حکمتِ عملی کے اختلاف پر تقسیم ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔کیونکہ تحریک کو درپیش مسائل پر ردِّعمل میں ارکان کا اختلاف ہوتا ہے۔ اس تقسیم کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ تحریک کے اندر سے مختلف مفادات اور ان کی حمایت کے لیے بیانیے ابھرتے ہیں، جو اصل پیغام پر ڈٹے رہنے کے مسئلے کو بڑھا دیتے ہیں۔

اسلامی تحریکوں کو حکومت کی طرف سے براہِ راست دبانے کی کوششیں، جیسا کہ مصر، بحرین اور بنگلا دیش میں سامنے آئی ہیں، پُرامن اسلامی تحریک کے کارکنان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ آیا انہیں ریاست کے بنائے گئے قوانین پر عمل کرتے رہنا چاہیے، جبکہ وہ قوانین خصوصی طور پر انہیں سیاسی نظام سے بے دخل کرنے کے لیے بنائے گئے ہوں۔بعض حمایتی، جماعتی موقف پر ہی قائم رہنے کا فیصلہ کرتے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ حکومت کی اخلاقی کمزوری عیاں ہوگی اور جبر ختم ہوگا۔بعض ارکان کو اس حکمتِ عملی میں ناکامی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔کیونکہ حکومت کی طرف سے ملنے والے اشارے واضح ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ براہِ راست ٹکراؤ کی سیاسی حکمتِ عملی کی طرف چلے جاتے ہیں۔بعض دوسری مثالوں میں جہاں سیاسی رکاوٹوں یا غلط سیاسی فیصلوں کے نتائج کی وجہ سے اسلامی تحریکوں کو فعالیت کھونے کا ڈر ہوتا ہے، حکمتِ عملی میں اسی طرح کی تقسیم نظر آتی ہے۔اسٹیٹس کو، کے حمایتی نرم رَوِش جبکہ بعض دوسرے خطرات کے باوجود زیادہ سرگرم بیانیے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

غیر یقینی صورتِ حال کے بعد استبدادی حکومتوں کا احیا، تشدد پسند جہاد ازم کا برق رفتار فروغ، اسلام کے اندر ایک جارحانہ فرقہ وارانہ سیاست اور نظریے اور حکمتِ عملی پر اسلامی تحریکوں کے اندرونی اختلافات کے مشترکہ نتیجے کے طور پر اسلامی تحریکوں کی شناخت پر اب ایک سوالیہ نشان ہے۔اگرچہ سیاسی اسلام میں بیشتر مرکزی کرداروں کی شخصی شناختیں مستحکم ہیں، مجموعی طور پر عرب دنیا اور اس سے باہر بھی اسلامی تحریکوں کی عوامی شناخت تیز رفتار تبدیلی کے عمل میں ہے۔شناخت کی یہ ڈرامائی اور کثیر جہتی تبدیلی بیشتر مرکزی اسلامی تحریکوں کے لیے اچھی نہیں ہے۔ یہ ان کے اسلامی اخلاقی فریم ورک میں رہتے ہوئے ایک تعمیری معاشرتی تبدیلی کے طویل مدتی سیاسی اہداف کے لیے حقیقی چیلنج کھڑے کرتی ہے۔

اسلامی تحریکوں کے لیے بیانیہ (Narrative) بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ انہیں اپنی سیاسی بنیاد سے جوڑتا ہے، جس کے بغیر وہ اپنے سیاسی اور معاشرتی اہداف حاصل نہیں کرسکتے۔ ہر سیاسی تحریک کی طرح، اسلامی تحریکوں کے لیے بھی ایک سیاسی برانڈ (Political Brand) اور تبدیلی کی کہانی کی احتیاط کے ساتھ تعمیر، سیاسی سرگرمی کے لیے مرکزی اہمیت رکھتی ہے۔اور اسی لیے سیاسی مہمات میں وسائل کا بڑا حصہ اپنا برانڈ اور کہانی کو تعمیر کرنے پر خرچ ہوتا ہے۔تاہم اسلامی دنیا کے بڑے حصے، خاص طور پر مشرقِ وسطیٰ میں مرکزی اسلام پسند جماعتیں اپنے اصل برانڈ پر گرفت کھو چکی ہیں اور ان کے بارے میں کہانیاں اتنی کثرت سے سنائی جاتی ہیں کہ جب وہ خود اپنی کہانی سناتے ہیں تو اس کا بڑا حصہ دوسروں، خاص طور پر حکومتوں، عسکریت پسندوں اور سیاسی مخالفین کی طرف سے ان کے بارے میں سنائی جانے والی غلط کہانیوں کی وضاحت پر مشتمل ہوتا ہے۔

یہ چیز اسلامی تحریکوں کی مستقبل کی کامیابی کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرتی ہے۔مستقبل قریب میں اسلامی تحریکوں کے تبدیل ہونے کا امکان نہیں۔اسلامی تحریکیں کس حد تک اپنے بیانیے پر دوبارہ قابو پانے اور اس سے منطقی طور پر جُڑے سیاسی فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گی، اس کا انحصار بیدار مغز قیادت کے فیصلوں اور زمانہ حال میں موجود بے یقینی کے معاملات پر ٹھوس نظریات قائم کرنے پر ہے، جیسے تشدد کے استعمال پر موقف، انسانی حقوق پر رائے، دوسری اسلامی تحریکوں اور فرقوں کے ساتھ تعلقات، معاشرے میں مذہب کا کردار اور ریاست کے اصل کردار کے بارے میں نظریات۔

اگرچہ ماضی میں تحریکوں کے لیے آسان تھا کہ وہ ان میں سے بعض معاملات پر گومگو کا شکار رہ کر بھی ایک موثر بیانیہ تشکیل دے سکیں، مگر اسلام ازم کی نئی دنیا میں ان معاملات پر مضبوط اور واضح موقف اہمیت کا حامل ہوگا۔درحقیقت ایک اسلام پسند گروہ، جو حالیہ دنوں میں اپنے بیانیے کے لحاظ سے ان معاملات پر سب سے زیادہ مستقل مزاج رہا ہے، وہ داعش ہے۔اور یہی گروہ بیانیے کو سمجھانے کے لحاظ سے سب سے زیادہ موثر رہا ہے۔ظاہر ہے کہ اسلامی تحریکوں کو قطعاً داعش کے برانڈ کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اگر وہ چاہتے ہیں کہ اپنے سیاسی نظاموں میں فعالیت کو قائم یا دوبارہ حاصل کرسکیں تو انہیں اپنے برانڈ کے بارے میں واضح تر اور زیادہ شفاف موقف کے ساتھ سامنے آنا ہوگا۔

❁❁❁

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ حیدر آباد، لطیف آباد کے مبتدی رفیق ریحان احمد کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0300-8377759

☆ تنظیم اسلامی میر پور کے مبتدی رفیق چودھری محمد بشیر کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0300-5439173

☆ رحیم یار خان کے معتمد محمد اکرام کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0321-6702554

☆ شاہ پنجو کے رفیق اورنگزیب مگسی کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0303-8160409

☆ رحیم یار خان کے ملتزم رفیق جاوید مسلم کی بیٹی وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0300-8777222

☆ حلقہ سرگودھا کے ملتزم رفیق ہارون شہزاد کے دادا وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0300-8681919

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے مبتدی رفیق سیف الرحمٰن کے نانا وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0300-7813474

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

The war theater of South Asia

Today, I had a two-hour encounter with Alice Wells—US Assistant Secretary of State for South/Central Asia. Ambassador Wells was at IISS, London—speaking on Pak-US relations. She discussed in details what US wants from Pakistan as a prerequisite to 100% normalization of relations.

I can sum up the US wish list in my analytical piece as:

1. Americans want that Pakistan should NOT seal border with Afghanistan—as it doesn't suit India.
2. They want Pakistan to destroy Haqqani network—as it's desired by India, the inglorious US strategic partner.
3. They want Pakistan to roll back CPEC—as India doesn't like it.
4. Should call back 29 dodgy NGOs expelled recently—because they're spying for RAW and CIA.
5. Should eliminate Hafiz Saeed and the humanitarian organizations he is associated with—as Indian terrorists feel scared by him.
6. Should restore anti-Pakistan radio/social media networks—because they work for CIA & RAW.
7. Should carry on hosting 3 million Afghan refugees—as they are a liability on Islamabad's limited resources, but a valuable asset for Americans and Indians providing ready-to-use terrorists against Pakistan.
8. Should demonstrate a pro-US/India strategic shift.
9. Should facilitate the 'Bush Doctrine' of American preemptive wars in the region.
10. Should respect/embrace the Indian role in Afghanistan—because India has invested $2 billion there.

Ambassador Wells's entire discourse was built on the above ten ludicrous demands.

I was so glad that apart from me, half a dozen British/American independent security practitioners and political commentators openly supported Pakistan's serious concerns about US policy towards Pakistan through the Indian prism. We all grilled Alice Wells.

A couple of RAW/CIA-paid/trained so-called Afghan diplomats were constantly spitting venom against Pakistan.

I underscored to Ambassador Wells—until the US Administration stops pursuing Nikki Haley's pro-India diplomatic credo and Narendra Modi's anti-Pakistan political narrative—Pak-US relations will continue to be plagued by mutual mistrust and inveterate suspicion.

My conclusion is:

1. Pakistan should carry on dealing with Americans by proactively pursuing our national interests—demonstrating 'no love, no hate' precept.
2. Must complete border fencing with Afghanistan—tight aerial/ground surveillance.
3. Strengthen 19, 23 and 12 Divisions of the armed forces to deal with any Indian militarism on the Western Border/LoC.
4. Carry out Kalbhushan Jadev's death

1. sentence.
2. Take Iran into confidence on Afghanistan—bolster border control with Tehran.
3. Be fully prepared to tackle the Daesh/ISIS threat from Afghanistan. Americans, Indians and Israelis are training tens of thousands Daesh terrorists to use them against Pakistan through permeable Pak-Afghan border.
4. We must create a large epistemic community to deal with the traditional US-India rhetoric against Pakistan.
5. We must ensure Pakistani diplomats/academics/politicians and intellectuals attend every talk/seminar/conference addressed by Indians, Afghans and Americans.
6. Do NOT trust the puppet Afghan regime—their NDS, Army, Foreign Office, politicians are working for India/US against Pakistan.
7. Enhance diplomatic activities with Russia/China/Turkey/Iran and Central Asia, on regional insecurity triggered by the Afghan back-stabbing.
8. Create in Pakistan Foreign Office a post of specialized Minister of State for the region—covering China/Russia/Turkey/Iran and Central Asia.

<u>Source</u>: ***A letter from Barrister Iftikhar Ahmed (A Pakistani Barrister based and practicing in London)***

<u>**Note**</u>: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the letter.***

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

’’3/B پروفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی، شکارپور روڈ، سکھر‘‘ میں

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

05 تا 07 اکتوبر 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہورہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-9367442 / 071-5807281

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

شہیدِ مظلوم رضؓ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہد صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا‘ آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت

اشاعت خاص: 90 روپے اشاعت عام: 60 روپے

(علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501

email:maktaba@tanzeem.org

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.36

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore